جماعت اسلامی
صحافت کی نظر میں

مؤلف

صاحبزادہ سیّد زین العابدین شاہ راشدی

ناشر

تحریک اتحاد اہلسنّت پاکستان
میٹھادر، کراچی، پاکستان
سلسلہ مفت اشاعت 37

جماعت اسلامی
صحافت
کی نظر میں

مرتب

صاحبزادہ سید محمد زین العابدین شاہ راشدی

ایم۔اے

ناشر

تحریک اتحاد اہلسنّت پاکستان

میٹھادر، کراچی

مفت سلسلہ اشاعت 37

تحریک کی سرگرمیاں

- ☆ میلاد مصطفیٰ ﷺ کا انعقاد
- ☆ تعلیم قرآن (حفظ وناظرہ) (طلباء وطالبات)
- ☆ تعلیم تجوید (قرأت) (طلباء وطالبات)
- ☆ درس نظامی (طلباء وطالبات)
- ☆ سلسلہ مفت اشاعت
- ☆ تربیتی نشست برائے عقائد واعمال
- ☆ کیسٹ وکتب لائبریری
- ☆ مقابلے (قرأت، نعت، سوالاً جواباً، تقاریر، مضمون نویسی)
- ☆ بیت بازی (نعتیہ اشعار پر مبنی)
- ☆ شب بیداری
- ☆ شبینہ کا انعقاد
- ☆ ایام بزرگان دین کا انعقاد
- ☆ کمپیوٹر کلاسز (طلباء وطالبات)

تحریک کے تحت چلنے والے مدرسوں میں اب تک 60 طلباء وطالبات حفظ قرآن کی تعلیم مکمل کر چکے ہیں اور 500 سے زائد طلباء وطالبات حفظ وناظرہ، تجوید وقرأت اور درس نظامی کی تعلیم مفت حاصل کر رہے ہیں۔

تحریک اتحاد اہلسنّت پاکستان

میٹھادر، کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

نام ...... جماعت اسلامی صحافت کی نظر میں

مرتب ...... صاحبزادہ علامہ سید
زین العابدین شاہ راشدی صاحب

نظر ثانی ...... محمد عبدالکریم قادری رضوی صاحب

باہتمام ...... محمد عبدالحبیب قادری برکاتی صاحب

معاونت ...... محمد فاروق برکاتی صاحب
محمد نعمان رضا قادری صاحب
محمد فراز قادری صاحب

سن اشاعت ...... ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ فروری 2002ء

تعداد 1000

مفت سلسلہ اشاعت ...... سینتیس (۳۷)

فہرست مضامین

مودودی مذہب

تھی مدت سے یہ آرزو مری واللہ ہو عریاں گریبانِ مودودی مذہب
جنہوں نے جڑیں دین کی کھوکھلی کیں وہ ہیں فتنہ سامانِ مودودی مذہب
ہیں قصر ضلالت میں لاریب یارو یہ حلقہ بگوشانِ مودودی مذہب
خوارج کے اور معتزلہ کے پیرو ہیں سب ریزہ خوارانِ مودودی مذہب
مئے نجدیت کے ہیں میخوار و ساقی یہ قدح کشایانِ مودودی مذہب
سمجھتے نہیں یہ مسلمان کسی کو سوائے محبّانِ مودودی مذہب
نبی اور صحابہ بچے اور نہ صلحاء بہ تنقیدِ سلطانِ مودودی مذہب
سلام اور میلاد کا بھی ہے منکر یہ غولِ بیابانِ مودودی مذہب
ملائک کو دیوی و دیوتا سمجھنا ہے بس شان شایانِ مودودی مذہب
شہ دو جہاں سے بھی لغزش بتائیں معاذاللّٰہ ایمانِ مودودی مذہب
حقیقت ہے دجّال کی اک فسانہ یہ ہے صاف فرمانِ مودودی مذہب
جو کل تھا حرام آج جائز ہے توبہ یہ ہے دین و ایمانِ مودودی مذہب

ضلالت کی تحریک ہے یا خُدا یہ
خبردار! یارانِ مودودی مذہب

صابر براری

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش نظر کتاب میں صاحبزادہ حضرت علامہ سید زین العابدین شاہ راشدی صاحب نے صرف مواد کو جمع وترتیب کا کام کیا ہے۔ یہ تحریر شاہ صاحب کی نہیں ہے، یہ مضامین کسی عالم دین کے نہیں، یہ نگارشات کسی مفتی کے نہیں۔ یہ تنقیدی گزارشات کسی شیخ طریقت کے نہیں بلکہ ملک کے نامور صحافی دانشور حضرات کا وہ سرمایہ ہے جنہیں شاہ صاحب نے بڑی تگ ودو کے بعد ان اخبارات ورسائل سے جمع کیا پھر ان پرانے ذخائر کے مضامین کو بڑی احتیاط سے جمع وترتیب کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔

صحافت کے اس ذخیرے کی روشنی میں نام نہاد جماعت اسلامی کے بانی مودودی کے مخصوص خودساختہ نظریات کا رد بلیغ ہوگیا۔

جب بھی الیکشن کا دور آتا ہے جماعت اسلامی ملک پاکستان میں بھرپور طریقے سے الیکشن میں حصہ لیتی ہے اپنی تشہیر کے لئے ذرائع ابلاغ سے بھرپور فائدہ اٹھاتی ہے اور عوام الناس کو باور کرانا چاہتی ہے کہ وہ محبّ وطن تنظیم ہے اور اسلامی نظام کے قیام کی کوشش میں مصروف ہے۔ ان کی تمام کوششیں ملک وملت کے لئے کہاں تک فائدے مند ہیں وہ آپ ملکی صحافت کے نامور ستاروں کی نگارشات سے معلوم کر سکتے ہیں۔

عموماً صحافیوں کو غیر جانبدار پایا گیا ہے وہ محبّ وطن ہیں اس لئے انھوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے۔ ان کے غیر جانبدار ہونے کی وجہ سے کتاب نے مجھے بہت متاثر کیا اور ہم نے اپنے ادارے کی جانب سے اس کھلی حقیقت کو شائع کر کے عوام الناس تک پہنچانے کا عزم مصمم کرلیا۔

اس کتاب میں جو مواد پیش کیا گیا ہے وہ سب اخبارات ورسائل کے تراشے ہیں ان تراشوں میں نام نہاد مولویوں کے آگے کہیں علامہ، مفتی یا اور کوئی تعظیمی الفاظ لکھے ہوئے ہوں تو اس سے مصنف اور تحریک بری الذمہ ہیں۔ المختصر یہ کہ ان اخباری تراشوں میں کوئی نام، القاب، خطاب یا کوئی عبارت جو علماء اہلسنّت کے نزدیک صحیح نہیں اس سے مصنف اور تحریک کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقے وطفیل ہماری پرخلوص کوششوں کو قبول فرمائے اور حق وسچ پر قائم رکھے اور حق وسچ کو قبول کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ آپ اور ہم سب کا حامی وناصر ہو

والسلام

ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ فروری 2002ء

عبدالعزیز قادری عفی عنہ

تاثرات

نامور دانشور جناب نجم مصطفائی صاحب

سربراہ۔ ادارہ فکر اسلامی کراچی

کتاب "جماعت اسلامی صحافت کی نظر میں" جو کہ صاحبزادہ سید محمد زین العابدین شاہ راشدی صاحب نے ترتیب دی ہے مضمون کا مطالعہ کیا اور اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ برصغیر پاک و ہند میں مودودی وہ شخص ہے جس نے اپنی تحریروں کے ذریعے مغز اسلام پر ضرب کاری لگائی۔ یہ حقیقت ہے کہ جو شخص علمی حوالے سے گمراہ ہوتا ہے تو وہ سب سے پہلے اپنے زمانہ کے علماء حق اور مشائخ عظام پر تنقیدوں کے تیر برساتا ہے۔ اس کا نفس شریر مزید ابھرتا ہے تو پھر وہ اولیائے کرام کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے نفس پھر سرکشی کرتا ہے تو وہ تابعین اور صحابہ کرام پر بھی تنقید شروع کر دیتا ہے حتیٰ کہ انبیائے کرام بھی اس کے نشتر قلم سے محفوظ نہیں رہتے۔ جماعت اسلامی کا بانی مودودی ہی وہ نفس شریر رکھنے والا شخص ہے جو ان تمام مراحل سے گزر چکا ہے اس کے علاوہ مودودی نظریہ پاکستان کا بھی شدید مخالف تھا اور نظریہ پاکستان کو مسلمانوں کی کافرانہ سوچ قرار دیتا تھا۔ جس کا اندازہ مذکورہ مضمون کے مطالعہ سے واضح طور پر لگایا جاسکتا ہے..........

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ امت مسلمہ کو دور حاضرہ کے اس فتنہ سے محفوظ فرمائے اور محترم سید زین العابدین شاہ راشدی صاحب کی اس محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

فقط والسلام

محمد نجم مصطفائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

جماعت اسلامی کا بانی و سربراہ مودودی تھا۔ اس جماعت کے عقائد و مسائل، کردار و افعال کیا ہیں؟ جماعت کو اور اس کے بانی کو سمجھنے اور سمجھانے کیلئے علماء و دانشوروں نے ان کے لٹریچر کو بغور پڑھا۔ پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ "اسلام" کا نام تو استعمال کرتے ہیں لیکن اسلام سے کوسوں دور ہیں، اس لئے مفکر اسلام رئیس التحریر علامہ ارشد القادری صاحب نے "جماعت اسلامی، عقل و استدلال کی روشنی میں ایک تنقیدی جائزہ" اور ماہنامہ جام نور (کلکتہ، بھارت) میں بھی ایک عرصہ تک اظہار خیال کرتے رہے۔ ان مضامین کو بعد میں "آئینہ حقیقت" کے نام سے شائع کیا گیا۔ خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ (الہ آباد) نے "جماعت اسلامی" کے نام سے کتاب شائع کر کے دعوت مطالعہ دی۔ ادیب شہیر علامہ عبد الحکیم اختر شاہجہانپوری علیہ الرحمہ نے اس کتاب پر مقدمہ رقم فرما کر لاہور سے شائع کروایا۔ دانشور علماء کی اس سعی بلیغ سے سینکڑوں لوگوں کو جماعت اسلامی کو سمجھنے کا موقعہ میسر ہوا۔ اس پر خلوص اور اصلاح احوال کی عظیم کوشش کے باوجود بعض محدود سوچ رکھنے والے حضرات نے یہ کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کی کہ "یہ علماء مودودی صاحب کی شہرت سے خائف ہیں"۔

اس لیے فقیر نے چاہا کہ کیوں نہ جماعت اسلامی کا تعارف صحافت کے حوالے سے کرایا جائے تاکہ نوجوانان ملت پر اصل حقائق واضح ہو جائیں اور مذکورہ الزام بھی پھیکا پڑ جائے۔ اور مودودی صاحب خود بھی بنیادی طور پر "صحافی" تھے اس اپنے قبیل سے ان کا جائزہ لیا جارہا ہے۔ "گھر کا بھیدی" کے حوالہ سے یہ مضمون زیادہ اثر انگیز ثابت ہوگا۔ اس کوشش سے میرا مقصد کسی پر کیچڑ اچھالنا ہرگز نہیں بلکہ حقائق کو واضح کرنا ہے تاکہ ملت کے نوجوان گمراہی سے بچ سکیں۔

۲۸ شوال المکرم ۱۴۲۲ھ،
24 جنوری 2002ء

سید محمد زین العابدین شاہ راشدی

مولانا مودودی اپنی تحریروں کے حمام میں

جماعت اسلامی کے مفکر اسلام مودودی نے مسلم لیگ دشمنی کی بناء پر مسلمانانِ ہند کو اخلاق باختہ خارج از اسلام قرار دیا۔

تحریک پاکستان پورے عروج پر پہنچ چکی تھی ہندو رہنما اور ہندی دولت مسلمانوں کو اس تحریک سے بدظن کرنے میں بری طرح ناکام ہو چکے تھے کانگریسی ملاؤں نے ہندو قوم پرست ' جماعت کانگریس کے اشارے پر اور اپنے مہاتما گاندھی کی آشیر وارد پر مسلم لیگ اور مسلم لیگی رہنماؤں پر طعن، طنز اور تشنیع کے تمام تیر ضائع کر دیئے تھے اور پھر جھلاہٹ میں کفر کے فتوے صادر کرنے لگے تھے۔ ان کانگریسی ملاؤں میں مفتی محمود کے اساتذہ اور اکابر علماء (دیوبند) بھی شامل تھے۔ پاکستان کی مخالفت میں نوابزادہ نصر اللہ خاں کے پیر و مرشد اور ان کی جماعت مجلس احرار بھی پیش پیش تھی۔ انہیں مخالفین میں خان اشرف کی خاکسار تحریک اور اس کے بانی علامہ عنایت اللہ مشرقی بھی تھے یہی وہ جماعت تھی جس کے ایک رکن نے محمد علی جناح پر قاتلانہ حملہ بھی کیا تھا او رپھر حالیہ این ڈی پی کے رہنماؤں کے پیر و مرشد سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان بھی مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے خلاف زہر اگلنے میں کسی کانگریسی سے کم نہیں تھے۔

ان مخالفین میں سب سے منفرد انداز مخالفت جماعت اسلامی کے مفکر اسلام مولانا مودودی کا تھا ان کی تحریروں میں محمد علی جناح اور مسلم لیگ کے بارے میں سب سے زیادہ زہر ہوتا تھا اور وہ برصغیر کے مسلمانوں کو ایسے خنجر سے قتل کرنا چاہتے تھے جس پر کلمہ شہادت لکھا ہوا تھا۔ وہ مسلمانانِ ہند کے لئے سانپ تھے کانگریسی علماء اور ملاؤں کی وفاداریاں کانگریس کے ساتھ تھیں اور لوگ اپنے دشمن کو پہچانتے تھے لیکن جماعت اسلامی کے مفکرِ اسلام آستین کا سانپ بن کر اس قوم کو ڈس رہے تھے جو اپنا ملکی تشخص چاہتی تھی جو اپنا اثبات چاہتی تھی جو اس بات کے لئے ہرگز تیار نہ تھی کہ انگریز سامراج کی غلامی سے آزاد ہو کر ظالم و قاہر ہندو اکثریت کو اپنے شانوں پر رکھ لے۔ جماعت اسلامی کے مفکرِ اسلام کانگریس کے لئے وہی کام کر رہے تھے جو بر جن سنگھ اور

راشٹر سیوک سنگھ جیسی انتہا پسند ہندو جماعتوں کے قائدین کر رہے تھے فرق اتنا تھا کہ ایک کی زبان پر کلمہ شہادت تھا دوسرے کی زبان پر رام رام۔

وجہ اس کی یہ تھی کہ مولانا مودودی کو کانگریسی لیڈروں اور علماء میں کوئی خاص مقام حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ مولانا آزاد، مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ، مولانا احمد سعید (دہلوی)، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمٰن (لدھیانوی)، مولانا مظہر علی اظہر اور اسی قبیل کے دوسرے علماء بلا کے مقرر تھے۔ مولانا مودودی ان میں سے نہیں تھے وہ چند برس الجمعیۃ دھلی کے ایڈیٹر رہے تھے اور اس طرح مفتی کفایت اللہ، مولانا احمد سعید اور دوسرے علماء جمعیت العلمائے ہند کے زیر اثر آئے۔ مولانا مودودی نے کبھی علی الاعلان کانگریس کے موقف کی حمایت نہیں کی لیکن مخالفت بھی نہیں کی۔ البتہ وہ کھلے بندوں بانگ دھل ایک "مجاہدانہ" شان کے ساتھ مسلم لیگ اور اس کے لیڈروں کی مخالفت کے لئے سیاسی اکھاڑے میں کود پڑے انہوں نے مسلم لیگ پر تنقید کے لئے وہی روش اختیار کی جو کانگریس اور کانگریسی علماء نے اختیار کر رکھی تھی۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کیا قباحتیں تھیں جنہوں نے مولانا مودودی کو کانگریس میں شرکت سے روکے رکھا تھا تو اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ کانگریس کا خیال تھا کہ ایک ایسے پلیٹ فارم سے جس پر صرف اور صرف اسلام کے بینر اور پوسٹر لگے ہوئے ہوں اگر کوئی شخص اس وقت مسلم لیگ پر نکتہ چینی کرتا تو مسلمانانِ ہند اس کی بات پر کانگریسی علماء سے زیادہ کان دھرتے اور اسے زیادہ معقول سمجھتے اور اس کی بات کو زیادہ آسانی سے قبول کر لیتے دوسری وجہ یہ تھی کہ کانگریسی علماء کے درمیان مولانا مودودی کو کوئی خاص حیثیت حاصل نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ مولانا مودودی میدان سیاست میں چور دروازے سے کانگریس کی حمایت کرتے ہوئے داخل ہوئے چنانچہ جس قومی جمعیت کی بناء پر وہ مسلمانوں کے لئے کسی الگ جمعیت یا شیرازہ بندی یا جماعت کو اس لئے مردود سمجھتے تھے کہ اس سے مسلمان اور مسلمان کے درمیان دوری اور پارٹی بازی پیدا ہو جائے گی اسی جمعیت میں انہوں نے نئی گروہ بندی کے لئے جماعت اسلامی کی بنیاد

رکھی۔اس جماعت کے قیام کا مقصد خیر پر نہیں بلکہ شر پر مبنی تھا ان کا مقصد عظیم قومی جمعیت نہ تھا بلکہ اس مسلمان قوم کو انتشار میں مبتلا کرنا تھا جو ہندو اور انگریز سامراج کے خلاف نبرد آزما تھی جماعت اسلامی کے مفکرِ اسلام کو تو صرف مسلم لیگ کے نام سے بیر تھا۔اور اس نفرت کو انہوں نے اپنی بدنام زمانہ تصنیف "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" میں جگہ جگہ مختلف بہانوں سے بکھیرا ہے انہیں تمام خامیاں مسلم لیگ اور اس کے لیڈروں میں نظر آتی تھیں فرماتے ہیں۔"آپکی سب سے بڑی قومی مجلس مسلم لیگ جس کو نو کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی کا دعویٰ ہے ذرا اس کو دیکھئے کہ وہ کس روش پر چل رہی ہے جنگ کے موقع پر جو پالیسی لیگ نے اختیار کی ہے وہ اصول پرستی کے ہر نشان سے خالی ہے۔اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ درحقیقت یہی پالیسی مسلمانوں کے ذہن کی ترجمانی کرتی ہے تو اس کے آئینہ میں ہر صاحبِ نظر دیکھ سکتا ہے کہ ان نام نہاد مسلمانوں پر پوری طرح اخلاقی موت وارد ہو چکی ہے"۔دیکھا آپ نے مولانا مودودی نے مندرجہ بالا اقتباس میں کس طرح مسلم لیگ اور اس کے لیڈروں کو لعن طعن کی ہے اور کس طرح ہندوؤں اور کانگریس کو اپنے طعن و تشنیع کے تیروں سے صاف بچا گئے ہیں۔ساتھ ہی انہیں اس امر کا بھی پورا پورا احساس ہے کہ مسلمانان ہند ان کی باتوں پر کان نہیں دھریں گے لہٰذا وہ مسلمانوں سے اپنی نفرت کا بھی بھرپور اظہار کر کے اپنے دل کا غبار نکال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں پر پوری طرح اخلاقی موت وارد ہو چکی ہے۔

مسلمانوں پر اخلاقی موت کے وارد ہونے کا فتویٰ دینے والے جماعت اسلامی کے مفکر اسلام مولانا مودودی کو سوچنا چاہئے کہ وہ کون سے مبلغ اخلاق ہیں جو پوری مسلمان قوم کو اخلاق باختہ قرار دے رہے ہیں وہ کس اسلامی اخلاق کی بنیاد پر یہ فیصلہ صادر فرما رہے ہیں ان کے نزدیک ہندو قوم پرست اور کانگریسی رہنما اور ہندو قوم اخلاق باختہ نہیں ہے بلکہ کلمہ گو مسلمان اخلاق باختہ ہیں محض اس لئے کہ وہ مسلم لیگ کے پرچم تلے محمد علی جناح صاحب کی قیادت میں پاکستان کے قیام کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔یہ وہ مفکر اسلام ہے جو مسلمانوں کو غلامی پر قناعت کرنے کی تلقین کر رہا ہے یہ وہ مفکر اسلام ہے جسے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ

ہندوستان کے مسلمان اپنے لئے علیحدہ وطن حاصل کرلیں۔یہ وہ مفکر اسلام ہے جو بین السطور اکھنڈ بھارت کی حمایت کر رہا ہے اور جدوجہد آزادی کو اخلاقی موت کے مترادف قرار دے رہا ہے۔یہی وہ بنیادی روش ہے جس کی بناء پر انہوں نے بعد میں کشمیر کی جنگ کو جہاد کے منافی قرار دیا لیکن یہی وہ مفکر اسلام ہے جو مسلمانوں کو مسلمان کے ہاتھوں قتل کروانے کو جائز سمجھتا ہے۔

بہر حال مسلمانانِ ہند مولانا مودودی کی تنقید سے قطعی متاثر نہیں ہوئے اور انہوں نے ان کی یاوہ گوئی کو "آواز سگان" سے بھی زیادہ اہمیت نہیں دی۔اسی صورت حال نے مولانا مودودی کو مسلمانوں سے بیزار کردیا۔چنانچہ وہ نہ صرف مسلم لیگ اور اس کے رہنماؤں کو کوستے رہے بلکہ خود کو سچا مسلمان اور باقی تمام مسلمانانِ ہند کو دروغ گو، خارج از اسلام، بے ایمان اور نہ جانے کیا کیا ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔مسلمانوں سے مولانا مودودی کو اس بنا پر کہ وہ مسلم لیگ کی حمایت کر رہے تھے جو نفرت پیدا ہوگئی تھی اس نفرت میں وہ اس قدر آگے بڑھے کہ خود اسلام کے پرخچے اڑا دیئے۔شیطان نے اس کے کان میں یہ پھونک دیا تھا کہ نو کروڑ مسلمانان ہند میں صرف وہی ایک شخص بے گناہ، معصوم، مثل نبی، بلند اخلاق، اور صاحب کردار ہے اور باقی ۸ کروڑ ۹۹ لاکھ ۹۹ ہزار ۹۹۹ مسلمان گناہ گار مجرم، اخلاق باختہ اور بے کردار افراد کا انبوہ عظیم ہیں چنانچہ مسلمانوں سے اپنی نفرت کا اظہار وہ یوں کرتے ہیں۔"کاش! میں آپ کی ہاں میں ہاں ملا سکتا مگر کیا کروں کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اس کے خلاف نہیں کہہ سکتا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس حالت میں آپ اس وقت ہیں اس میں پانچ وقت نمازوں کے ساتھ تہجد اور اشراق اور چاشت بھی آپ پڑھنے لگیں اور پانچ پانچ گھنٹے روزانہ قرآن بھی پڑھیں اور رمضان شریف کے علاوہ گیارہ مہینوں میں ساڑھے پانچ مہینے کے مزید روزے بھی رکھ لیا کریں تو بھی کچھ حاصل نہ ہوگا"۔(خطبات صفحہ 198)

کیا مندرجہ بالا سطور لکھنے والا شخص مسلمان بقائمِ ہوش و حواس کہہ سکتا ہے کیا کوئی عام مسلمان یہ سوچ بھی سکتا ہے کہ ان سطور کو لکھنے والا مفکرِ اسلام ہو سکتا ہے کیا کوئی بھی گنہ گار مسلمان یہ

کلمات کہنے کے بعد آخرت میں مغفرت کی توقع کرسکتا ہے کیا کوئی بھی گنہ گار مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ ایسے شخص کی قیامت میں بخشش ہوسکے گی یہ معاملہ اسلام اور قرآن کے محافظ اللہ تعالیٰ اور مولانا مودودی کے درمیان ہے۔لیکن مولانا مودودی کی یہی یا وہ گوئی جہالت تھی جس نے بالآخر کانگریسی اور غیر کانگریسی علماء دونوں سے ان کے بارے میں وہی فیصلے دلوائے تھے جن کے وہ مستحق تھے۔جمعیت العلمائے ہند کے ناظم اعلیٰ مفتی کفایت اللہ (دیوبندی) نے لکھا"مودودی جماعت کے افسر ابوالاعلیٰ مودودی کو میں اچھی طرح جانتا ہوں وہ کسی فقیہ اور معتمد علیہ عالم کے شاگرد اور فیض یافتہ نہیں ہیں۔مسلمانوں کو اس تحریک سے علیحدہ رہنا چاہئے"۔مشہور عالم دین اور مستند و مقبول مفکر اسلام مولانا سید سلیمان ندوی کا قول انکی جماعت کے بارے میں یہ ہے۔تمام راسخ العقیدہ علماء جماعت کے خلاف ہیں۔مولانا جمیل احمد تھانوی نے مولانا مودودی کے بارے میں لکھا۔مولانا مودودی صاحب کی کتابوں کا مطالعہ اور ان کی تحریک میں شرکت مسلمانوں کیلئے مُضر ہے"۔

(ہفت روزہ رازداں کراچی جولائی ص ۳۲، 1978ء)

بیگم وزیر علی بمقابلہ بیگم مودودی

اس دفعہ وجہ نزاع بانی جماعت اسلامی سید ابوالاعلیٰ مودودی کی اہلیہ محترمہ کی وہ تقریر بنی تھی۔جو انہوں نے عورتوں کے ایک اجتماع میں کی۔اور جس میں کہا گیا کہ محمد علی جناح نے بھی پاکستان کے دوسرے حکمرانوں کی طرح اسلام نافذ کرنے کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا۔اس تقریر کا قوم پرست حلقوں میں شدید ردعمل پایا جاتا ہے۔اس سلسلے میں کوئی ایک جماعت نہیں بلکہ ہر سیاسی جماعت سے تعلق رکھنے والے عوامی حلقوں میں شدید جذبات پائے جاتے ہیں۔تاہم اس سلسلے میں تحریک استقلال شعبہ خواتین کی چیف آرگنائزر بیگم ناصرہ وزیر علی نے تو باقاعدہ ایک بیان جاری کیا جس میں انہوں نے بیگم مودودی سے کہا کہ وہ محمد علی جناح سے متعلق کہے گئے اپنے الفاظ اعلانیہ طور پر واپس لیں۔بیگم وزیر علی نے اپنے اس بیان میں واضح کیا کہ محمد علی جناح نے پاکستان کے قیام سے پہلے اور بعد میں اپنی تقریروں میں اس عزم کا مکمل اظہار کیا کہ پاکستان ایک اسلامی

مملکت ہے۔

(ہفت روزہ معیار کراچی از: خ۔ی۔ک۔ف، مقیم لاہور ص ۱۲، 15 اکتوبر 1977ء)

امیر جماعت اسلامی ہند مولانا یوسف کی پُراسرار سرگرمیاں

لاہور میں بھارتی وزیر خارجہ مسٹر واجپائی کے دورے کا بہت تذکرہ ہے۔ان کے دورے کے ساتھ شہنشاہ ایران کا بھی دورہ ہے اور ان دونوں سے زیادہ پُراسرار اور لوگوں کی چہ میگوئیوں کا مرکز امیر جماعت اسلامی ہند مولانا محمد یوسف کا دورہ ہے۔امیر جماعت اسلامی ہند گذشتہ روز سے لاہور کے ایک نئے تعمیر شدہ اور جدید ترین فیشن ایبل ہوٹل ہلٹن میں ٹھہرے ہوئے ہیں جہاں کے مینو اور میزبان لڑکیوں کی سروس کے بڑے چرچے ہیں۔اپنے دورے کی ابتداء سے اب تک انہوں نے کن کن لوگوں سے ملاقات کی ہے اس کے بارے میں کوائف خفیہ ہیں۔

باخبر ذرائع کے مطابق مولانا یوسف بھارتی وزیر خارجہ کے مجوزہ دورہ پاکستان کے ہر اول دستہ کے طور پر آئے ہیں اور وہ مسٹر واجپائی کے دورے کی کامیابی کے لئے راہ ہموار کررہے ہیں۔مسٹر واجپائی کا المیہ یہ ہے کہ "اکھنڈ بھارت" کا قیام ان کی جماعت کے بنیادی مقاصد میں سے ایک ہے اور انہوں نے خود ساری عمر اس موقف کی بڑی سرگرمی سے وکالت کی ہے۔اس پس منظر میں ان کا دورۂ پاکستان کا نتیجہ محض ایک سفارتی ناکامی نکلتا ہے جس کو بدلنے کیلئے انہوں نے اپنے وطن کے ایک مولانا کی خدمات حاصل کی ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ مولانا محمد یوسف اور مسٹر واجپائی کا بنیادی مقصد ایک ہی ہے۔

حد یہ ہے کہ مولانا یوسف نے تو لاکھوں افراد کے متبرک خون سے ابھرنے والی واہگہ لائن بارڈر کو بے معنی اور فضول قرار دیا ہے۔مسٹر واجپائی اور امیر جماعت اسلامی ہند کے تجاویز میں فرق صرف یہ ہے کہ ایک اپنی تجاویز اسلام کی شیرینی میں لپیٹ کر اور دوسرا وہی تجاویز مہما سبھائی انداز میں پیش کرتا ہے۔

(ہفت روزہ نصرت کراچی: ص ۱۱، از: ابن شفیع، 21 فروری 1978ء)

فتنہ مودودیت

جماعت اسلامی کا واحد مقصد پاکستان کو ختم کرنا ہے۔

اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کے خلاف انہوں نے نئے فتنوں کو جنم دیا۔

قیام پاکستان کے وقت مولانا مودودی نے اس عظیم جدوجہد کو جس طرح نقصان پہنچایا وہ تاریخ کا حصہ ہے اور پھر قیام پاکستان کے بعد چولے بدل کر جماعت اسلامی اور مولانا مودودی نے دیگر خود پرست سادہ لوح علماء کرام کو اسلامی نظام اور نظام مصطفیٰ ﷺ وغیرہ کے دل خوش کن دکھاوے کے نعروں کی آڑ میں شریک کار بنا کر پاکستان مخالفت کے اپنے دیرینہ مقصد کو پورا کرنے کی منظم کوششیں جاری رکھیں اور قیام پاکستان سے لے کر آج تک جماعت اسلامی نے پاکستان کی ہر حکومت کی مخالفت کی اور ہر مشکل و نازک وقت میں ملک کی سالمیت کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کی بھر پور کوششیں کرتی رہی۔ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کے نام پر ہر وہ کام کرنا جس سے پاکستان کو نقصان پہنچے اور فرقہ واریت کا اپنا مقصد پورا ہو سکے اس جماعت کا طرز عمل رہا۔ اس کا اظہار دیگر بہت ساری باتوں کے علاوہ مندرجہ ذیل حقائق سے بخوبی ہوتا ہے۔

(۱) جماعت اسلامی اور اس کے بانی مودودی صاحب نے ماضی میں محمد علی جناح کے خلاف محاذ بنا کر قیام پاکستان کی جان توڑ مخالفت کی تھی محمد علی جناح کو کافر اعظم اور پاکستان کو کفرستان اور غیر اسلامی کہا تھا۔

(۲) "جماعت اسلامی قیام پاکستان کے وقت ہندوؤں کی تائید میں کشمیر کے جہاد کو غیر اسلامی کہہ کر اس کی مخالفت کی اور اس جہاد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کو غیر شہید حرام موت مرنے والے قرار دیکر ان مسلمان شہداء کی توہین کی اور کشمیر کی فتح کو آج تک مکمل ہونے نہیں دیا جس کی وجہ سے کشمیر کا بڑا حصہ ہندوستان کے قبضے میں ہے اور وہاں کے ہزاروں بے گناہ مسلمان ہندوؤں کے ظلم کا شکار اور محکوم زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو کر رہ گئے ہیں۔ یہ جماعت اسلامی کا زرّیں

کارنامہ ہے۔

(۳) جماعت اسلامی نے نواب زادہ لیاقت علی خان مرحوم محمد علی جناح کے قابل فخر دست راست کی حکومت کو جو قیام و استحکام پاکستان کے کٹھن دور سے گزر رہی تھی اس کو اس نازک وقت میں غیر اسلامی اور نواب صاحب اور انکی بیگم صاحبہ کے بارے میں دورۂ امریکہ کے سلسلہ میں غلط اور جھوٹ بہتان لگا کر عوام میں ان کے خلاف ایک انتہائی نازک وقت میں یہ نفرت پیدا کرنے کی مسموم کوشش کی اور سازش کے ذریعے ان کو گولی کا نشانہ بنوایا، تا کہ اس نا قابل تلافی نقصان کے باعث پاکستان ختم ہو جائے۔ پاکستان ختم تو نہیں ہو سکا لیکن اس وقت سے آج تک پاکستان سنبھل نہیں سکا، ہچکولے کھا رہا ہے۔

(۴) جماعت اسلامی کے رہنما، نواب زادہ لیاقت علی خان شہید کی مشکلات میں گھری ہوئی حکومت سے لیکر آج تک کی ہر حکومت کی مخالفت کر کے مشکلات پیدا کر کے عوام میں بے اطمینانی پھیلا کر جمہوریت اور پاکستان کو نقصان پہنچانے کی مسلسل کوشش میں لگے ہیں۔

پاکستان دشمنی اور اپنے پوشیدہ مقصد "فرقہ مودودیت" کے اجراء کی خاطر پاکستان دشمن لادینی جماعتوں سے گٹھ جوڑ کر کے انہوں نے ملک کی آزادی کو نقصان پہنچانے کے لئے مشرقی پاکستان میں نفرت کا بیج بویا اور البدر اور الشمس کے ذریعے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کی خون کی ہولی کھیل کر مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنے میں اہم رول ادا کیا۔

اس کے علاوہ جب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کو مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد ٹوٹے پھوٹے پاکستان کو نئے سرے سے مستحکم بنانے میں جو اندرونی و بیرونی سازشوں کے باعث مایوسی اور مالی و دیگر گھمبیر مشکلات درپیش تھیں ان میں مزید اضافہ کیا گیا۔ پاکستان کو مکمل طور پر ختم کرنے کے ناپاک مقصد سے اس نازک وقت میں دیگر سادہ لوح خود پرست علماء اور دیگر لادینی جماعتوں کے گٹھ جوڑ سے بھٹو صاحب کی استحکام پاکستان کی کوششوں کو ناکام بنانے اور ملک میں انتشار پیدا کرنے کی غرض سے بے معنی لسانی جھگڑے کھڑے کئے گئے۔ ایک طرف تو مشرقی پاکستان سے

بھاری بھائیوں کی فوری واپسی کے علاوہ بھارت سے ۹۰ ہزار جنگی قیدیوں اور کئی ہزار مربع میل علاقہ کی بھارت سے واپسی کے مطالبات کو بنیاد بنا کر فساد کھڑا کرنے کی کوشش کی دوسری طرف جب بھٹو صاحب ان مسائل کے حل کی خاطر شملہ کانفرنس کے لئے بھارت تشریف لے گئے تو انکے خلاف کشمیر کا سودا کرنے کے بے بنیاد جھوٹے اور لغو الزامات لگا کر بھٹو صاحب کے خلاف نفرت پیدا کر کے انکی راہ میں روڑے اٹکانے کی کوشش کی اور جماعت اسلامی جو بھارت اور پاکستان میں دو دھڑوں میں قادیانیوں کی طرح تقسیم ہے ایک ہو جائیں اور مولانا مودودی اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر ۳۷ ویں "فرقہ مودودیت" کے رسول بن کر بیٹھیں جس کی پیشن گوئی قائداعظم کے رفیق کار جناب نواب بہادر یار جنگ مرحوم نے چالیس (۴۰) یا پنتالیس (۴۵) سال قبل مولانا مودودی کے متعلق کی تھی۔

(ہفت روزہ کہکشاں کراچی 17 جون 1978ء ص ۱۴، عنوان فتنہ مودودیت)

مجاہدین فکر مودودی

اسلامی جمعیت طلبہ نے یوم سیاہ مناتے ہوئے مختلف مقامات پر اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا اور شاہراہ قائداعظم میں تقریباً ایک گھنٹہ تک پتھراؤ کر کے متعدد کاروں اور بسوں کو نقصان پہنچایا۔ طلبہ نے ایس ایس پی آفس پر خشت باری کی۔ ریگل چوک میں پولیس چوکی پر حملہ کر کے اس کا فرنیچر اور ریکارڈ باہر سڑک پر پھینک دیا، جی پی او چوک میں ایک والوو بس پر حملہ کر کے اس کے شیشے توڑ دیئے اور اس کے ٹائروں کو پنکچر کر دیا طلبہ نے یونیورسٹی کی بسوں کے ذریعے شاہراہ قائداعظم پر ٹریفک کا نظام معطل کر دیا اور پھر فیصل چوک میں یونیورسٹی کی پانچ بسوں کو کھڑا کر کے ٹریفک معطل کی اور پنجاب اسمبلی کی عمارت پر حملہ کر دیا طلبہ کا جلوس اس کارروائی کے بعد، انجینئرنگ یونیورسٹی کی طرف چلا گیا۔ جہاں انہوں نے جی ٹی روڈ پر ایک پولیس چوکی پر حملہ کر دیا اور وہاں سے فرنیچر اور دیگر سامان کو سڑک پر پھینک دیا اور پولیس چوکی پر پتھراؤ کر کے شدید نقصان پہنچایا۔

انہوں نے اولڈ کیمپس کے باہر پانچ پرائیویٹ کاروں کے شیشے توڑ دیئے۔ طلبہ

یونیورسٹی کی بسوں میں سوار تھے اور وہ ان بسوں سے اتر کر توڑ پھوڑ کرتے رہے بعد میں انہوں نے جی پی او چوک میں پتھراؤ کیا۔ طلبہ کا جلوس جب اسمبلی سے چھ بسوں اور موٹر سائیکلوں وغیرہ پر واپس جی ٹی روڈ پہنچا تو راستے میں علامہ اقبال روڈ پر مسلم لیگ کے دفتر پر پتھراؤ کرنے کے بعد تھانہ گڑھی شاہو پر پتھراؤ کرتے ہوئے نکل گئے۔ جب یہ طلبہ کوآپ سٹور پہنچے تو وہاں انہوں نے پولیس چوکی کو آپ اسٹور میں آگ لگادی انہوں نے موٹروں کے ٹائروں کو سڑک کے درمیان رکھ کر ان کو آگ لگادی۔ انہوں نے انجینئرنگ یونیورسٹی کے اندر جا کر وائس چانسلر کے دفتر کو آگ لگادی بعد ازاں انہوں نے ہوسٹل کے ایک حصے کو بھی آگ لگادی وائس چانسلر کے دفتر میں پڑا ہوا تمام فرنیچر وغیرہ جل کر راکھ ہو گیا۔ انجینئرنگ یونیورسٹی کے وائس چانسلر زیڈ ایم خلیجی نے بتایا کہ جب یہ واقعہ ہوا وہاں اسٹاف موجود تھا جس نے چھلانگیں لگا کر اور بھاگ کر اپنی جانیں بچائیں انہوں نے بتایا کہ ان کے کمرہ میں سارا ریکارڈ اہم ہوتا ہے جو جل گیا یا کسی اور طریقہ سے نقصان پہنچا۔ ان کے ریکارڈ میں اہم ڈاک، لٹریچر، پندرہ اسکالرشپ کی دستاویزات، لوگوں کی درخواستیں، فائلیں ملازموں کی سروس بکیں تھیں جو جل گئیں۔ (جنگ، نوائے وقت لاہور 2 نومبر 1986ء)

اسلامی جمعیت طلبہ کی خون ریزی

1986ء ماہ مارچ میں جماعت اہلسنّت لاہور کے ایک پُر امن جلوس پر اولڈ کیمپس کے اندر سے اندھا دھند فائرنگ کی گئی۔ جہاں مودودی جمعیت طلبہ کی ریلی ہو رہی تھی فائرنگ سے تقریباً 18 آدمی زخمی ہوئے اور جامعہ نعمانیہ لاہور کے طالب علم حافظ محمد صدیق شہید ہو گئے۔ اب 1989ء میں 15 نومبر کو گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ میں اسی مودودی تنظیم نے اپنی یزیدی ذہنیت اور روایتی غنڈہ گردی کے تحت دوبارہ وہی خونی ڈرامہ کھیلا ہے اور دوسری بار ایک اور حافظ قرآن محمد افضل کو شہید اور ان کے بعض رفقاء کو زخمی کیا ہے۔ جیسا کہ روزنامہ "مشرق" لاہور کے پیش نظر عکس اور دیگر اخبارات اور ان کی احتجاجی خبروں سے ملک بھر میں اس خونی ڈرامے کی بازگشت سنی گئی ہے۔ بہرحال مودودی جمعیت طلبہ نے نہایت شرمناک یزیدی پارٹ ادا کرتے ہوئے دو

سُنی "حُفّاظِ قُرآن" کو نشانہ ستم بنا کر دنیا و آخرت میں اپنے ہی ہاتھوں اپنی رسوائی و روسیاہی کا سامان کیا ہے اور انشاء اللہ دونوں مظلوم حفاظِ قرآن کا خون مودودیوں کو ہضم نہیں ہو سکے گا۔

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ دسمبر 1989ء ص ۲)

فکر مودودی کے کرشمے

نشتر میڈیکل کالج ملتان میں اسٹوڈنٹس یونین کے انتخابات کے موقع پر انجمن طلباء اسلام کے امیدوار نے سیدی مرشدی۔ یا نبی یا نبی کے نعرے لگائے جس کے جواب میں اسلامی جمعیت طلبہ نے یا مودودی یا مرشدی کے نعرے لگائے۔

(ہفت روزہ صحافت لاہور 17 اکتوبر 1978ء ص ۴)

مودودی کلچر کے اثرات

شیخوپورہ 17 مئی آج یہاں دن دیہاڑے کلاشنکوفوں سے مسلح اسلامی جمعیت طلبہ کے کارکنوں نے مقامی گورنمنٹ ڈگری کالج کے احاطہ میں داخل ہو کر اندھا دھند فائرنگ کی اور سیکنڈ ائیر کے ایک طالب علم میاں عابد کو زبردستی اغوا کر لیا اور ویگن میں ڈال کر فرار ہو گئے حملہ آوروں کی فائرنگ سے کالج میں بھگدڑ مچ گئی اور خوف و ہراس پھیل گیا اغواء ہونے والا طالب علم مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے سرگرم کارکنوں میں سے تھا۔

(نوائے وقت 18 مئی 1987ء)

جنرل ضیاء بنام مودودی جمعیت طلباء

جماعت اسلامی کی ذیلی تنظیم "اسلامی جمعیت طلبہ" پر تشدد کے الزام کے جواب میں صدر مملکت جنرل ضیاء الحق نے کہا کہ "طلبہ پر تشدد کے بارے میں مکمل تحقیق کرائی گئی ہے۔ جو بتایا گیا تھا اس میں سے ۹۰ فیصد جھوٹ ہے۔ انہوں نے کہا کہ جو لوگ خود کو مسلمان کہتے ہیں اور صبح سے شام تک اسلام کا نام لیتے جن کا حلق نہیں سوکھتا، انہوں نے بدن پر پینٹ کر کے تصاویر

کھنچوائیں اور پھر شائع کروایا۔ انہوں نے طلبہ کو نصیحت کی کہ وہ اسلامی اور پاکستانی جذبہ ضرور رکھیں لیکن اپنی تعلیم کی جانب توجہ دیں اور محنت کریں۔ حکومت دنگا فساد مار کٹائی اور بسوں کو آگ لگانے سے متاثر نہیں ہوگی۔ حکومت کے خلاف لوگوں کو بدظن کرنے کے لئے تشدد کا جھوٹا الزام عائد کرنا غلط ہے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ (جنگ لاہور 6 مئی 1984ء)

خانہ جنگی

بانی جماعت اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے صاحبزادے احمد فاروق اور دوسرے دو صاحبزادوں کے درمیان شدید لڑائی ہوئی جس میں حیدر فاروق زخمی بھی ہوئے اس موقع پر فائرنگ بھی ہوئی گھر کے گملے اور بعض چیزیں بھی ٹوٹیں۔ مولانا کے صاحبزادوں کی درخواست پر مولانا کی رہائش پر پولیس گارڈ بھی متعین کیے گئے۔ حیدر فاروق مودودی نے بتایا کہ جھگڑا پراپرٹی کی تقسیم کا ہے۔ احمد فاروق کچھ چیزوں کو تقسیم نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن دوسروں کا (حیدر فاروق وغیرہ کا) موقف ہے کہ وراثت میں تقسیم ہوتی ہے لیکن احمد فاروق سب کا حصہ غصب کر کے ٹرسٹ بنانا چاہتے ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آیا انہوں نے پولیس کیس درج کروایا ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا گھریلو جھگڑا ہے۔ سر میرا پھٹا ہے میں کیوں پرچہ کرواتا پھروں"۔

(روزنامہ جنگ لاہور 7 مارچ 1987ء)

مودودی کی توہین رسالت کرنے پر دہلی میں مودودیوں اور مسلمانوں میں خونریز فساد

جماعت اسلامی نہ صرف اقتدار میں حصہ بٹانے کے لئے بے چین ہے بلکہ اسے سب سے زیادہ دلچسپی "وزارت اطلاعات و نشریات" سے ہے جماعت اسلامی کے رہنماؤں کی یہی کوشش ہے کہ وزارتوں کی بندر بانٹ میں اس کے ہاتھ اطلاعات و نشریات کی وزارت آ جائے کیونکہ اس جماعت کا مقصد ملک کے ذرائع ابلاغ پر قبضہ کر کے اپنے "مفکرِ اسلام" "مولانا" مودودی کے خیالات و افکار کی تشہیر ہے۔ بہرحال پاکستان کے عوام نے جماعت اسلامی کو اپنے

ملک میں کامیاب نہیں ہونے دیا لیکن جماعت اسلامی کے "مفکرِ اسلام" کی تقریر بھارت کے دار الحکومت نئی دہلی میں مودودیوں اور مسلمانوں میں تصادم کا باعث بن گئی اور اس تقریر نے ہندوؤں کے ملک بھارت میں مسلمانوں کو مسلمان کے خلاف صف آراء کر دیا۔ ایک گروہ کا کہنا تھا مولانا مودودی کی تقریر سے توہین رسالت کا پہلو نکلتا تھا۔ جبکہ جماعت اسلامی بھارت کے کارکنوں کا کہنا تھا کہ یہ تقریر مفکر اسلام نے کی ہے لہٰذا اس میں جو کچھ کہا گیا وہ درست ہے خواہ اس کے کچھ ہی معنی کیوں نہ ہو خون ریزی ہوئی گھروں کو آگ لگائی گئی۔ پولیس نے فائرنگ اور آنسو گیس کا سہارا لیا۔ یہاں یہ امر بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس جماعت کو عام مسلمانوں سے کوئی دلچسپی نہیں وہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کو کافروں کے مختلف ٹائپ قرار دیتی ہے ایسی صورت میں یہ جماعت جس کے ارا کین کی تعداد دس ہزار میں ایک ہے جیسا کہ خود مولانا مودودی نے کہا کہ ۹ ہزار ۹۹۹ کو اسلام سے کوئی غرض نہیں، غیر صالحین کے ساتھ کیا سلوک کرے گی، اس کے بارے میں سوچ کر ہی تمام حواس جواب دے جاتے ہیں۔ بس خدا ہی ہے جو پاکستانیوں کو اس جماعت کے شر سے بچا سکتا ہے۔ جس نے ماضی میں کئی مرتبہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی ہے۔ 1953ء میں جماعت اسلامی نے اپنے "مفکر اسلام" مولانا مودودی کی قیادت اور رہنمائی میں قادیانیوں کے خلاف تحریک کی آڑ میں مسلمانوں کا بڑے پیمانے پر قتل کرایا اس جرم میں فوجی عدالت نے انہیں سزائے موت بھی دی۔ بعد میں انہوں نے مشرقی پاکستان میں الشمس اور البدر کے نام سے قاتلوں کی تنظیمیں بنائیں جن کا مقصد حب الوطنی کی آڑ میں مسلمانوں کو قتل کرنا تھا اور پھر اب اسی سلسلے کی تازہ کڑی انصار المسلمین ہے۔ یہی جماعت ہے جس نے کراچی میں اپنے بعض مخالفین کو بہیمانہ انداز میں قتل کرایا۔ ان کی لاشوں کو سڑکوں پر گھسٹوایا۔ ان کی لاشوں کو جلوایا۔ یہ وہ بھیانک روایتیں ہیں جماعت اسلامی جن کی امین ہے اور وہ محض اپنے گھناؤنے مکروہ اور وحشیانہ عزائم کی تکمیل کے لیے کسی نہ کسی طرح ابلاغ عامہ کے ذرائع پر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔

(ہفت روزہ راز داں کراچی جولائی 1978ء ص 13)

وہابی بنام مودودی

جمعیت اہلحدیث کے ڈاکٹر شیخ حبیب اللہ اور مرکزی رابطہ کمیٹی کے چیئرمین عبدالقدیر خاموش نے کہا ہے کہ جمعیت اہلحدیث، جماعت اسلامی کی سیاسی موت ہے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر کے سفاکانہ قتل کی سازش میں جماعت اسلامی کے ملوث ہونے کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی نے جمعیت اہلحدیث میں انتشار پھیلانے کے لئے اپنے ایجنٹوں کو جمعیت کی صفوں میں شامل کر دیا اور جمعیت کے موجودہ انتشار میں جماعت اسلامی کے بعض ایجنٹوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ جمعیت اہلحدیث کو ملک کے چپے چپے میں منظم کر کے جماعت اسلامی سے انتقام لیا جائے گا اور پھر اہلحدیث کے فکر سے منسلک ایک شخص بھی جماعت اسلامی کی حمایت نہیں کرے گا۔ (روزنامہ جنگ لاہور 7 فروری 1989ء)

اسے کیا کہیے؟

بہاولپور (نمائندہ جنگ) اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں دو طلبہ محمد حسین شہباز اور ظفر اقبال کو حملہ کر کے شدید زخمی کر دیا گیا زخمیوں کو وکٹوریہ ہسپتال میں داخل کر دیا گیا ہے۔ جہاں ظفر اقبال کی حالت تشویش ناک بیان کی جاتی ہے بتایا گیا ہے کہ کالعدم اسلامی جمعیت طلبہ کے حامی تقریباً پندرہ طلبہ نے کالعدم انجمن طلباء اسلام (سنی تنظیم) کے حامی دو طلبہ محمد ظفر اقبال اور محمد حسین شہباز کو یونیورسٹی میں واقع حبیب بینک میں گھیرے میں لے کر ان پر آہنی سلاخوں اور مکوں سے حملہ کر دیا اور بینک منیجر کی مداخلت کے باوجود طلبہ انہیں زدوکوب کرتے رہے پولیس کی آمد پر حملہ آور طلبہ فرار ہو گئے۔ اس واقعہ کے سلسلہ میں بارہ طلبہ کے خلاف کارروائی کی جا رہی ہے جن کی جلد گرفتاری متوقع ہے جبکہ ان کے خلاف یونیورسٹی کی سطح پر بھی کارروائی کی جائے گی۔

(روزنامہ جنگ، 8 جولائی 1985ء)

کالعدم پیپلز پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے رکن راؤ عبدالرشید نے کہا کہ 1973ء میں پی این اے نے جب بھٹو حکومت کے خلاف مہم چلائی تو اس میں جماعت اسلامی بھی شامل تھی اور

جماعت اسلامی کے کارکن دہشت گردی اور توڑ پھوڑ کی کارروائیوں میں پیش پیش تھے انہوں نے حکومت کے خلاف مظاہرے کے دوران 74 بینکوں 7 ہوٹلوں 11 سینماؤں 56 سرکاری دفاتر 18 دوکانوں، ریلوے کی 27 بوگیوں اور 1622 موٹر کاروں اور موٹر سائیکلوں کو نذر آتش کیا تھا۔ کیا میاں طفیل بھول گئے ہیں کہ جماعت اسلامی کے "بم اسکواڈ" نے پولیس گاڑیوں اور پولیس کی عمارتوں پر بم بھی برسائے تھے۔ میاں طفیل اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ ان کی جماعت، ملک کی واحد جماعت ہے جو سیاست میں دہشت گردی پر یقین رکھتی ہے۔

(روزنامہ جنگ 28 جولائی 1985ء)

حوالہ درست ہے!

سوال: ماہ شوال کے رضائے مصطفٰے میں آپ نے حوالہ دیا تھا کہ مولوی مودودی نے حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق گستاخانہ عبارت لکھی ہے کہ معاذ اللہ "یہ قانون جو ریگستان عرب کے ایک ان پڑھ چرواھے نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے" (بحوالہ کتاب پردہ ص ۱۵۰) یہاں پر مودودی جماعت کے آدمیوں نے کافی شور مچایا ہے کہ مودودی صاحب نے ایسا نہیں لکھا۔ میں نے بھی کتاب پردہ کا مطالعہ کیا مگر اس میں آپ کا دیا ہوا حوالہ نہیں ملا۔ اگر اس پر روشنی ڈالیں تو مہربانی ہوگی۔ محمد اقبال احمد قادری شیفیلڈ یو۔کے (برطانیہ)

الجواب: مودودی وہابی مکتبہ فکر کی ایک یہ بھی روایت ہے کہ بعض اوقات یہ لوگ پہلے تو اپنی تصانیف میں گستاخانہ عبارات لکھ دیتے ہیں لیکن جب ان پر گرفت کی جائے اور کوئی جواب بن نہ آئے تو پھر اپنی غلطی کا اعتراف کرنے اور توبہ کرنے کی بجائے چپکے سے متنازعہ عبارت بدل دیتے ہیں۔ یا کتاب سے نکال دیتے ہیں چنانچہ کتاب "پردہ" میں بھی انہوں نے اسی جعلسازی سے دھوکہ دیا ہے اور پردہ پوشی کے لئے بعد کے ایڈیشنوں میں مذکورہ گستاخانہ عبارت کو تبدیل کر دیا۔ الحمد للہ "رضائے مصطفٰے" کا حوالہ سو فیصد صحیح ہے۔ اور مودودی کی کتاب پردہ ص ۱۵۰ بار پنجم نومبر 1949ء کی اشاعت میں مذکورہ عبارت بالفظہٖ موجود ہے۔ یک نہ شد دو شد

مودودی صالحین کی ایک اور فریب کاری ملاحظہ ہو۔ قیام پاکستان کے خلاف اس وقت مودودی صاحب نے لکھا تھا کہ۔ "لیگ" کے محمد علی جناح سے لیکر مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت رکھتا ہو" (سیاسی کشمکش حصہ سوم ص 42) مگر مودودی مخالفت کے باوجود بفضلہٖ تعالیٰ جب پاکستان قائم ہو گیا تو مذکورہ عبارت کو کتاب "پردہ" کی طرح بدل دیا۔

(رضائے مصطفٰے ربیع الاول ۱۴۰۶ھ ص ۱۱ گوجرانوالہ)

کوثر نیازی نے جماعت اسلامی سے علیحدہ ہونے کے بارے میں کہا کہ میرے اختلافات مولانا مودودی کے فکر سے شروع ہوئے مجھے تقابلی مطالعہ کا موقع ملا تو مجھے اندازہ ہوا کہ جماعت اسلامی کی فکر اسلام میں ایک جدید مکتبہ فکر سے عبارت ہے۔ یعنی اس کے اندر زندگی کو سیاست کے نقطہ نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ سیاست کل ہے اور باقی تمام جز۔ یہاں دین کی تشریح بھی سیاست کے زاویے سے کی جاتی ہے جس کی وجہ سے افراط و تفریط بھی ہوئی۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 7 دسمبر 1986ء)

جماعت اسلامی کا کردار

پاکستان کی سب سے زیادہ متنازعہ مذہبی و سیاسی تنظیم جماعت اسلامی کی بنیاد 26 اگست 1941ء کو رکھی گئی تھی۔ اس کے بانی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی تھے۔ قیام پاکستان سے قبل جماعت اسلامی نے مذہب کی بنیاد پر ایک علیحدہ مملکت کے قیام کی مخالفت کی تھی بانی پاکستان محمد علی جناح اور مسلم لیگ کے قائدین کو مولانا مودودی نے اپنی تحریروں میں اسلام سے منحرف قرار دیا تھا۔ ترجمان القرآن جلد 28 نمبر 23 ص ۱۲۹ پر مولانا مودودی نے لکھا تھا "مسلم لیگ فی الواقعہ مسلمانوں کو اسلام اور اس کے احکام کی اطاعت سے روز بروز دور کرتی جا رہی ہے"۔

مگر قیام پاکستان کے بعد مولانا مودودی اور ان کے رفقاء کار ایک ایک کر کے پاکستان چلے آئے۔ 12 مارچ 1949ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد پاس کی جس کے بعد جماعت اسلامی کے نظریہ کے مطابق پاکستان "دار الاسلام" بن گیا۔ اور یوں

راتوں رات پاکستان دشمن جماعت اسلامی نے نظریہ پاکستان کا محافظ ہونے کا ٹھیکہ لے لیا۔ جماعت اسلامی کے نزدیک ہر وہ شخص جو روٹی کپڑے مکان اور روزگار کا مطالبہ کرتا ہے کافر اور کمیونسٹ ہے۔

جب جنرل یحییٰ خان نے غیر منتخب سویلین حکومت بنائی تو اس میں بھی اسلام اور نظریہ پاکستان کے نام پر جماعت اسلامی شامل تھی۔ جنرل ضیاء نے جو نام نہاد قومی حکومت بنائی تھی اس میں بھی جماعت اسلامی پیش پیش تھی۔ قومی اتحاد میں شامل ہوتے ہوئے جماعت اسلامی کے رجسٹریشن کے لئے درخواست دینے پر مفتی محمود کا کہنا ہے کہ "جماعت اسلامی آستین کا سانپ ہے اور اس نے قومی اتحاد کی پیٹھ میں چھرا گھونپا ہے"۔ مگر جماعت کے رہنماؤں کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنی روایتی سیاست پر کاربند رہتے ہوئے محاذ آرائی سے گریز کیا ہے اور رجسٹریشن کے لئے درخواست کی ہے۔ (ہفت روزہ منزل کراچی ص 23 اکتوبر 1979ء)

جماعت اسلامی کے متعلق مولانا شاہ احمد نورانی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہماری ساری دنیا سے صلح ہوسکتی ہے جماعت اسلامی سے نہیں کیونکہ یہ جماعت منظم ترین سازشیوں کا ایک ٹولہ ہے۔ اور اسی جماعت نے قومی اتحاد میں ہمارے خلاف بھی سازشیں کی تھیں۔ جماعت اسلامی ہمیشہ سے عہدوں کی لالچی ہے اور تخریب کاروں کی ایک منظم جماعت ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت، لاہور 10 مئی 1994ء) (روزنامہ جنگ 4 جون 1979ء)

جماعت اسلامی کے بینرز

لاہور 5 نومبر (اپنے اسٹاف رپورٹر سے) قربانی کی کھالیں اور خیرات مانگنے والی جماعت اسلامی ان دنوں بڑی فیاضی سے جلسہ پر اخراجات کر رہی ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق پچاس ہزار کپڑوں کے تھان صرف بینر بنانے پر استعمال کئے گئے ہیں جن سے لاکھوں غریب انسانوں کی ستر پوشی ہوسکتی تھی۔ کروڑوں کے اجتماع پر اخراجات کون برداشت کر رہا ہے؟ شہری حلقے ایک دوسرے سے اس بارے میں استفسار کر رہے ہیں۔

(روزنامہ مساوات لاہور ص 2، 6 نومبر 1989)

جماعت اسلامی دانشورانِ ملک کی نظر میں

☆......راز داں کراچی کے مدیر اعلیٰ افسر آزر اپنے اداریہ میں لکھتے ہیں کہ ....

جماعت اسلامی کوئی کافر ہی ہوگا جو اس حقیقت سے انکار کرے گا کہ اس پارٹی نے قیام پاکستان کی مخالفت نہیں کی اور قیام پاکستان کے بعد اس کو مختلف طریقوں سے نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی۔ (ہفت روزہ راز داں کراچی ص 4، 1978ء)

☆......بیرسٹر کمال اظفر کہتا ہے ویسے بھی جماعت اسلامی ہمیشہ سے آمرانہ حکومتوں کا ساتھ دیتی رہی ہے۔ یہ جماعت اسلامی سامراج نوازی کے لئے خاصی بدنام ہے۔

(ہفت روزہ نصرت کراچی 21 فروری 1978ء ص 8)

☆......کالعدم اسلامی جمعیت طلبہ کے کارکن سٹوڈنٹس یونینز اور طلبہ تنظیموں پر پابندی کے خلاف اب بھی ہنگامہ آرائی کے ذریعے قومی املاک کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ یہ بات وفاقی وزیر تعلیم ڈاکٹر افضل نے اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہی انہوں نے کہا حکومت ملک کے تعلیمی اداروں سے سیاست کو نکالنے کا تہیہ کر چکی ہے۔ (روزنامہ جنگ لاہور 6 مئی 1984ء)

ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل نواب زادہ شیر علی خان سابق مرکزی وزیر اطلاعات نے کہا تھا کہ میں جماعت اسلامی کو کوئی جماعت نہیں سمجھتا یہ ایک بے معنی جماعت ہے۔

(روزنامہ جنگ لاہور)

جماعت اسلامی نے کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا

ڈاکٹر عابد نظامی رقم طراز ہیں:۔ غالباً دو تین سال پہلے کی بات ہے، ڈاکٹر اسد گیلانی نے مجھے کہا: نظامی صاحب! ایک بات بتائیں؟ وہ کیا؟ میں نے تعجب سے پوچھا۔

"بات یہ ہے" گیلانی بولے، مدت سے یہ بات سوچ رہا ہوں کہ جماعت اسلامی 1941ء سے اقامت دین کے لئے کام کر رہی ہے، لیکن میں ایمان داری سے محسوس کرتا ہوں

کہ اس نے پچاس سال کی طویل مدت میں کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا۔ چند لوگ بھی تو اس کی جدوجہد کے نتیجے میں دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے۔ دوسری طرف میں دیکھتا ہوں کہ ایک خدامست دُرویش جس کے پاس کوئی دنیاوی وسائل بھی نہیں وہ ایک گاؤں میں آ کر بیٹھ جاتا ہے۔ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہے اور جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو پورا گاؤں تو کیا اردگرد کے علاقے دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہوتے ہیں۔

(ماہنامہ درویش لاہور، دسمبر 1992، اداریہ)

تبصرہ:۔ یہ حقیقت ہے اہل اللہ کے ہاں روزانہ سائلوں کا جم غفیر ہوتا ہے وہ سب کے ساتھ شفقت اور پیار سے پیش آتے ہیں۔ ان سے کثیر مخلوق فائدہ اٹھاتی ہے۔ روزانہ لوگ دور دراز سے آتے زیارت کرتے اور مسلمان ہوجاتے اور صحبت فیض میں بیٹھنے والے روزانہ کثیر تعداد میں گناہوں سے توبہ تائب ہوتے اور اسوۂ حسنہ پر زندگی گزارنے کا عہد کرتے۔ یہ سب کچھ ان کی نظر کرم زیارت مقدس اور صحبت فیض کا کمال ہے۔

وہابی لوگ یقیناً اس کمال سے محروم ہیں۔ وہ معرفت حاصل کرنے کے بجائے سیمینار اور کانفرنسوں پر زور دیتے ہیں۔ صحیح معنوں میں تبلیغ کردار سے ہوتی ہے جب تلک خود نہیں بدلو گے لوگوں کو نہیں بدل سکو گے۔

جماعت تو ہر ڈکٹیٹر کے ساتھ ہوتی ہے

سابق آئی جی پنجاب جناب راؤ عبدالرشید صاحب اپنے انٹرویو میں بیان کرتے ہیں کہ سیاسی پارٹی کا بھی ذکر کرتا ہوں وہ جلوس نکلا تو اس میں غم وغصہ تھا۔ لیکن پولیس کو یحییٰ خان کا مکان بچانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ اس لئے کہ جماعت اسلامی نے یحییٰ خان کی امداد کردی اور وہ اس طرح کہ بجائے اس کے کہ جلوس یحییٰ خان کے گھر پہنچتا جماعت اسلامی نے اس کا رخ شراب کی دکانوں کی طرف موڑ دیا۔ جی ہاں، جی ہاں جماعت اسلامی والوں نے کہا یحییٰ خان کا قصور نہیں شراب کا قصور ہے، جماعت اسلامی تو ہر ڈکٹیٹر کے ساتھ ہوتی ہے۔ خاص طور سے فوجی

ڈکٹیٹر کے ساتھ اور اس ڈکٹیٹر کو جماعت اسلامی کی مدد حاصل ہوتی ہے۔ یحییٰ خان کے متعلق جب کہ اس کا وزیر قانون (جسٹس کارنیلکس) عیسائی تھا۔ میاں طفیل محمد نے کہا تھا، اصلی اسلامی آئین جو ہے وہ تو جو یحییٰ خان ہی دے گا۔ مطلب یہ کہ ان کی ساری سیاست ہمیشہ یہی رہی ہے کہ انہوں نے فوجی ڈکٹیٹر کی ایک طرح سے امداد کی ہے۔

(کتاب جو میں نے دیکھا ص 78 مطبوعہ 1985ء)

مہنت ڈاکٹر شیو شکتی سوروپ مہاراج اودے سین ہندوؤں کے مذہبی پیشوا تھے سرکار دو عالم ﷺ کی نگاہ کرم کے طفیل اللہ رب العزت نے آپ کو اسلام کی دولت اور ایمان کی نعمت سے نوازنا چاہا تو موصوف نے 10 مئی 1986ء کو بھوپال کے دارالقضاء موتی مسجد میں اپنی اہلیہ اور بیٹی کے ساتھ اسلام قبول کیا آپ کا اسلامی نام اسلام الحق رکھا گیا...... انٹرویو میں فرماتے ہیں کہ...... ہندوؤں نے میرے اعلان قبول اسلام کے بعد درپردہ ایک سازش تیار کی کیونکہ وہ بظاہر قانونی طور پر میرے خلاف کچھ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ بھارت سیکولر اسٹیٹ ہے انکے آئین کی رو سے کوئی بھی شخص بخوشی کوئی بھی مذہب اختیار کر سکتا ہے پھر کیونکہ ہندو بھی اس بات کے دعویدار ہیں کہ ہندو مذہب سیکولر مذہب ہے اس میں رام یا رحمٰن کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا رام کو مانو یا رحمٰن کو مانو بات ایک ہی ہے۔ اس لئے وہ لوگ خود تو سامنے نہیں آسکتے تھے چنانچہ ان کی ایک جماعت جسکا تعلق "جماعت اسلامی ہند" سے ہے کو میرے پیچھے لگا دیا مقصد یہ تھا کہ جب اسے خود مسلمان ہی مسترد کردیں گے تو پھر رو پیٹ کر واپس آنا ہی پڑے گا۔

(انٹرویو ماہنامہ ساحل کراچی فروری 1992ء ص ۱۴)

☆ "پاسبان" جماعت اسلامی کی محافظ "فورس" ہے جو کہ آئے دن ملک میں دہشت گردی کا کام کرتی ہے۔ پاسبان میں بھرتی کی کھلی آزادی ہے کوئی شرط نہیں عقیدہ کی کوئی پابندی نہیں، قادیانی ہو یا اسماعیلی، موحد یا ملحد امریکی ایجنٹ ہو یا را کا کارندہ سب کے لئے دروازے کھلے ہیں"۔ (اداریہ ساحل کراچی ص 3 نومبر 1992ء)

جہاد کشمیر مودودی کی نظر میں

1948ء میں جب کشمیر کا مسئلہ تازہ تازہ تھا اور پاکستان و کشمیر میں آزادی کشمیر کیلئے ولولہ بہت زیادہ اور اس وقت کی بہ نسبت مجبوریاں بھی بہت کم تھیں۔ اس وقت مودودی صاحب نے بدیں الفاظ میں جہاد کشمیر کے خلاف فتویٰ جاری کیا۔ کہ مجاہدین کشمیر کو اسلحہ فراہم کرنا اور لڑنے کیلئے آدمی بھیجنا...... میں جائز نہیں سمجھتا۔ ان دونوں قسم کی امانتوں کے ماسوا غلہ کپڑا دوائیں بھیج سکتے ہیں۔ پاکستانیوں کے لیے کشمیر میں ہندوستانی فوجوں سے لڑنا از روئے قرآن جائز نہیں۔

(مودودی اخبار تسنیم 12 اگست 1948ء بحوالہ فتنہ مودودی ص 47)

اس وقت روزنامہ نوائے وقت نے مودودی اخبار کی روش اور بندش پر بدیں انداز تبصرہ کیا کہ جب کشمیر کے معاملہ میں مودودی جماعت کے اخبارات کی معاندانہ روش سے جہاد کشمیر کو نقصان پہنچنے لگا اور مجاہدین کشمیر نے احتجاج کرنا شروع کیا کہ شیخ عبداللہ کی حکومت مودودی اخباروں کے پروپیگنڈا سے بے حد فائدہ اٹھا رہی ہے تو حکومت پاکستان کیلئے مزید چشم پوشی ناممکن ہوگئی اور اسے یہ اخبار چھ چھ ماہ کیلئے بند کرنے پڑے۔

(نوائے وقت لاہور 26 اگست 1948ء) (رضائے مصطفےٰ ذوالحجہ ص ۱۴، ۱۴۱۰ھ)

تحریک پاکستان اور مودودی

قرارداد پاکستان 23 مارچ 1940ء کو منظور کی گئی اور اس سے قبل مولانا مودودی محمد علی جناح اور پاکستان کے خلاف اپنی تحریروں اور تقریروں کا آغاز کر چکے تھے۔ جماعت اسلامی 1941ء میں قائم کی گئی اور 1941ء میں ہی مولانا مودودی کی شہرۂ آفاق تصنیف "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" منظر عام پر آئی۔ جگہ کی قلت کے پیش نظر صرف چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔ مولانا مودودی فرماتے ہیں۔ "اس تنظیم (مسلم لیگ) میں جو لوگ سب سے آگے صف میں نظر آتے ہیں اسلامی جماعت میں ان کا صحیح مقام سب سے پیچھے کی صف ہے۔ مگر بعض تو

برعایت ہی جگہ پا سکتے ہیں افسوس کے لیگ کے محمد علی جناح سے لیکر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرز فکر رکھتا ہو اور معاملات کو اسلامی نقطہ نظر سے پرکھتا ہو۔ یہ لوگ مسلمان کے معنی اور مفہوم اور اسکی مخصوص حیثیت کو بالکل نہیں جانتے۔ جنت الحمقاء میں رہنے والے لوگ اپنے خوابوں میں خواہ کتنے ہی سبز باغ دیکھ رہے ہوں۔ لیکن آزاد پاکستان (اگر فی الواقع وہ بنا بھی تو) لازماً جمہوری لادینی اسٹیٹ کے نظریہ پر بنے گا۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ سیاسی حیثیت سے مسلم لیگ کی پالیسی مسلمان قوم کے لئے مفید ہوگی یا مضر؟ جنگ کے موقع پر جو پالیسی لیگ نے اختیار کی ہے وہ اصول پرستی کے ہر نشان سے خالی ہے۔ مولانا مودودی ایک اور جگہ فرماتے ہیں "مسلم لیگ، احرار، خاکسار، جمعیت علماء اور آزاد کانفرنس سب کی اس وقت کی تمام کاروائیاں حرف باطل کی طرح محو کر دینے کے لائق ٹھہرتی ہیں۔

(روزنامہ پاکستان لاہور 26 مارچ، 1991ء)

آپ مولانا مودودی کے پیروکار ہیں اور میں محمد علی جناح کا۔ ظاہر ہے آپ کے اور میرے نظریات اور خیالات میں اختلاف تو ہوگا۔ تحریک پاکستان میں میرے دو افراد خانہ شہید ہوئے۔ بشرطیکہ آپ لوگ ان کو شہید کہیں تو، کیونکہ مولانا مودودی نے تو مشرقی پنجاب کے تمام مہاجروں کو بھگوڑے، بزدل اور شہداء کو حرام موت مرنے والے قرار دیا تھا۔ جماعت اسلامی کے ایک سابق لیڈر مولانا کوثر نیازی نے اپنی کتاب "جماعت اسلامی عوامی عدالت میں" میں جماعت اسلامی کے اس دعویٰ کو غلط قرار دیا ہے کہ محمد علی جناح نے کبھی مولانا مودودی کو ریڈیو پاکستان پر تقریریں کرنے کی دعوت دی تھی۔ آپ کا یہ فرمان ہے کہ "مولانا مرحوم مسلم لیگی قیادت کے خلاف تھے۔ یہی بات تو میں نے لکھی تھی۔ مسلم لیگی قیادت اس وقت محمد علی جناح کے پاس تھی۔ جماعت اسلامی اب کشمیری حریت پسندوں کی حمایت کر رہی ہے۔ یہ ایک اچھی بات ہے حالانکہ مولانا مودودی نے قیام پاکستان کے بعد جہاد کشمیر کو حرام قرار دیا تھا۔ مجھے جماعت اسلامی کی سیاسی سرگرمیوں پر کوئی اعتراض نہیں یہ اس کا بنیادی حق ہے۔ لیکن جب آپ لوگ پاکستان

بنانے کا کریڈٹ قائد اعظم کے بجائے مولانا مودودی کو دیتے ہیں تو میں اس کی تردید کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ لوگ متنازعہ باتیں نہ کیا کریں۔

(روزنامہ پاکستان لاہور 12 اپریل، 1991ء اثر چوہان)

بنگلہ دیش کے انتخابی نتائج کچھ ایسے نکلے ہیں کہ بنگلہ دیش نیشنلسٹ پارٹی کی سربراہ خالدہ ضیاء کو وہاں کی جماعت اسلامی کی حمایت بھی حاصل ہے اور وہ اسی جماعت کے اشتراک سے حکومت بنا رہی ہیں۔

(نوائے وقت 9 مارچ کالم "سر راہے" رضائے مصطفےٰ شوال، ذیقعدہ ص ۲۳، ۱۴۱۱ھ)

تحریک پاکستان میں مولانا مودودی کا کردار

از: اسماعیل آزاد

مولانا مودودی نے 1938ء سے 1941ء تک ترجمان القرآن میں "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" کے نام سے مضامین لکھے جو تین جلدوں میں اسی نام سے شائع ہوئے جلد اول و دوم میں کانگریس اور متحدہ قومیت پر تنقید کی اور جلد سوم تحریک پاکستان پر تنقید اور مخالفت کے لئے مخصوص تھی۔ قیام پاکستان کے بعد تحریک آزادی ہند اور مسلمان کے نام سے ان تمام مضامین میں متعدد بہ اضافوں اور کاٹ چھانٹ کے ساتھ یہ کتاب شائع ہوئی۔ ہمارے زیر نظر 1955ء کا ایڈیشن ہے۔ اس کتاب کا ایک عنوان ہے "اسلام کی راہ راست اور اس سے انحراف کی راہیں" اور ذیلی عنوان ہے "پاکستان کے خیالی لوگ "فرماتے ہیں۔ یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق و باطل کی تمیز سے آشنا ہیں۔ ان کی کثرت رائے کے ہاتھ میں باگیں دے کر اگر کوئی شخص یہ امید رکھتا ہے کہ گاڑی اسلام کے راستے پر چلے گی تو اسکی خوش فہمی قابل داد ہے۔ (ص ۱۴۰)

یہ یاد رہے کہ یہ مضمون ترجمان القرآن جنوری 1941ء میں شائع ہوا یعنی یہ تحریر

لاہور کی قرارداد پاکستان مارچ 1940ء کے نو ماہ بعد کی ہے کیا یہ الفاظ پاکستان کے خلاف نہیں ہیں؟ پھر فرماتے ہیں کہ باقی رہا نظام حکومت تو وہ پاکستان میں بھی ویسا ہوگا جیسا ہندوستان میں ہوگا۔ اس کے اس نصب العین پر جب یہ اعتراض کیا گیا کہ مسلمانوں کی کافرانہ حکومت اسلامی نقطہ نظر سے غیر مسلموں کی کافرانہ حکومت کے مقابلے میں کچھ بھی قابل ترجیح نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ قابل لعنت ہے۔ (حاشیہ ص ۱۴۰) مولانا مودودی نے پوری وضاحت سے خود کو تحریک پاکستان سے الگ ثابت کیا ہے فرماتے ہیں۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے لئے اس میں کوئی دلچسپی نہیں کہ ہندوستان میں جہاں مسلم کثیر التعداد ہیں وہاں ان کی حکومت قائم ہو جائے۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے نزدیک یہ امر بھی کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا کہ ہندوستان کو انگریزی امپیریلزم سے آزاد کرایا جائے مسلم لیگ، احرار، خاکسار، جمعیت العلماء (اسلام) اور آزاد کانفرنس سب کی اس وقت تک کی تمام کارروائیاں حرف باطل کی طرح محو کر دینے کے لائق ٹھہرتی ہیں۔ (ترجمان لاہور 1940ء تحریک آزادی ہند اور مسلمان جلد سوم ۱۰۳، ۱۰۲)۔ عنایت اللہ اسماعیل صاحب نے یوپی مسلم لیگ کی قائم کردہ کمیٹی میں مولانا مودودی کی شرکت کا تذکرہ فرمایا ہے اس کمیٹی میں مولانا کی شرکت خود مولانا کے ایک زبردست اعتراض کا جواب شافی ہے۔ مولانا نے لکھا تھا "اس موقع پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ مسلم لیگ کے کسی ریزولیشن اور مسلم لیگ کی ذمہ دار لیڈروں میں سے کسی کی تقریر میں آج تک یہ بات واضح نہیں کی گئی کہ ان کا آخری مطمع نظر پاکستان میں اسلامی نظام قائم کرنا تھا۔ (تحریک آزاد ہند اور مسلمان ص ۱۴۰)۔ یوپی مسلم لیگ کے ذمہ دار لیڈروں کے اس اقدام سے مولانا مودودی کو عملی جواب دے دیا گیا کہ پاکستان میں اسلامی نظام حکومت ہوگا۔ اس کے بعد مولانا کو مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کی تائید کرنی چاہئے تھی جو انہوں نے کبھی نہیں کی بلکہ اپنی ابتدائی مخالفانہ پالیسیوں پر قائم رہے۔ زیر نظر کتاب میں ایک عنوان ہے "مسلم لیگ سے اختلاف کی نوعیت" مسلم لیگ کی مجلس عمل کی جانب سے ایک سوالنامہ موصول ہونے کا تذکرہ ہے کہ مسلمانوں کی قومی احیا اور مختلف

فرقوں اور مدارس فکر کو متحد اور مربوط کرنے کا ایسا اقتصادی نظام جو اسلام کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو۔ آزادی کے بعد مسلمان ایسی ریاست قائم کر سکیں جس میں مذہب اور ریاست کے درمیان ہم آہنگی ہو۔ اسلامی اصول، روایات، تصورات اور نظریات کے مطابق ایک ایسی اسکیم مرتب کیجئے جو مسلمانوں کے معاشرتی تہذیبی اور تعلیمی پہلوؤں پر حاوی ہو۔ ان سوالات کے جواب میں مولانا نے لکھا۔ میرا خیال ہے کہ آپ حضرات ایک ایسی پیچیدگی میں پڑ گئے جس کا کوئی حل آپ نہ پاسکیں اور وہ پیچیدگی یہ ہے کہ ایک طرف تو آپ پوری مسلمان قوم کو مسلمان کی حیثیت سے لے رہے ہیں جس کے ننانوے فیصد افراد اسلام سے جاہل، پچانوے فیصد منحرف اور نوے فیصد انحراف پرور ہیں اس وجہ سے میرا خیال ہے کہ جن مسائل سے آپ تعرض کر رہے ہیں۔ ان کا کوئی حل آپ کبھی نہ پاسکیں گے۔ (تحریک آزادی ہند اور مسلمان ۲۲۳، ۲۲۱)

یہ یاد رہے کہ یہ مضمون ترجمان القرآن جولائی، اگست، ستمبر اکتوبر 1944ء میں شائع ہوا تھا اور اس مضمون سے ہی ثابت ہو رہا ہے کہ 1941ء کی یوپی مسلم لیگ کی کمیٹی میں مولانا نے کون سا خاکہ دیا تھا۔ اگر کوئی خاکہ دیتے تو مولانا اس مضمون میں 1944ء میں ضرور یاددہانی کرواتے کہ 1941ء کی کمیٹی کے خاکے پر غور کر لیا جائے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کے بعد قیام پاکستان عمل میں آیا اور مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ مولانا نے ترجمان القرآن جون 1948ء میں لکھا" حالانکہ اگر یہ ولادت کے درد ہی تھے تو یہ دنیا میں ایک درندے کی پیدائش کی خوشخبری دے رہے تھے نہ کہ کسی انسان کے تولد کے۔

1955ء میں جب یہ مضامین کتابی شکل میں چھپے تو حاشیہ لکھا گیا۔ یہ پنڈت جواہر لال نہرو تھے جنہوں نے اسکے لئے BIRTHPANGS کے الفاظ استعمال کئے تھے بہر حال مولانا نے پاکستان کی شکل میں ایک درندے کی ولادت کی خوشخبری دی۔ پاکستانی قیادت کے بارے میں فرماتے ہیں۔ "اگر یہ کھیل کے نتائج سے بے خبر تھے تو سخت اناڑی تھے ایسے اناڑی اس قابل نہیں کہ کروڑوں انسانوں کی قسمتوں کے ساتھ بازی گری کرنے کے لئے انہیں چھوڑ دیا

جائے۔ اگر انہوں نے جان بوجھ کر یہ کھیل کھیلا تو در حقیقت یہ انسانیت کے اور خود اپنی قوم کے دشمن ہیں ان کا صحیح مقام پیشوائی کی مسند نہیں بلکہ عدالت کا کٹہرہ ہے جہاں انکے اعمال کا محاسبہ ہونا چاہئے۔ (ص ۹۳، ص ۲۸۲)

کریں ہندو اور سکھ پکڑی جائے مسلم لیگی قیادت، مولانا نے ہندو اور سکھ درندوں کو صاف بچا لیا اور مسلم لیگ کی قیادت کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑے کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ "اب بسا آرزو کہ خاک شدہ" (ماہنامہ ساحل کراچی ص 31 اگست 1992ء)

ابوالاعلیٰ مودودی جن کی زندگی تضادات کا شکار تھی

(خصوصی فیچر)

مولانا مودودی کی پہلی باقاعدہ تصنیف "سوانح پنڈت مدھن موہن مالویہ" تھی مگر مولانا مودودی نے اپنی کسی تحریر کسی انٹرویو میں اس کا ذکر نہیں کیا غالباً ان کو خیال تھا کہ یہ کتاب صفحہ دنیا سے مٹ چکی ہے مگر انکے انتقال کے نو برس بعد خدا بخش لائبریری جرنل نے اس کتاب کو شائع کر دیا (جرنل نمبر ۵۰) مولانا مودودی نے اپنی خود نوشت میں سوانح گاندھی کا تو ذکر کیا ہے مگر پنڈت جی کے حالت زندگی کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ ان کے سوانح نگاران، اسعد گیلانی، ابو الآفاق، نعیم صدیقی نے بھی اس کتاب کے ذکر کو دانستہ حذف کیا حالانکہ کسی شخص کے افکار میں ارتقاء زندگی اور روشنی کی علامات ہے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ خود مولانا مودودی نے کبھی اس کتاب کا ذکر نہیں کیا حالانکہ کوئی شخص اپنی پہلی تنخواہ، پہلی بیوی یا پہلی محبت اور پہلی تخلیق کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ یہ رویہ مولانا مودودی کی نفسیاتی تفہیم میں کامل رہنمائی کرتا ہے۔

اس اخفاء کے اسباب بیان کرنے کی ضرورت نہیں لباس کے مسئلے پر لکھا تو پتلون قمیص کو غیر اسلامی قرار دیا جبکہ جماعت اسلامی کے اکابرین خورشید احمد، منور حسن اور مولانا کے تربیت یافتہ اسلامی جمعیت طلبہ کی پوری نسل اسی لباس کو زیب تن کرتی ہے۔ سورۂ نور میں لکھا کہ حضرت

عائشہ (صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جب اس آیت پر پہنچی کہ "اپنے گھروں میں ٹک کر رہو۔" تو بے اختیار روتیں کہ میں جنگ جمل میں باہر کیوں نکلی، مگر 1977ء میں اپنی اہلیہ کو مال روڈ پر جلوس کی قیادت کے لئے روانہ کر دیا اور اب جماعت اسلامی خواتین کا حال دنیا کے سامنے ہے جو بازار لگا رہی ہیں، وڈیو سینٹر کے مالکان کے پاس تبلیغ کے لئے جا رہی ہے اور جماعت اسلامی کے ایمپلائمنٹ بیورو کے ذریعہ خواتین کارکنان کے لئے ٹیلی فون آپریٹر کی اور دیگر ملازمتیں مہیا کی جا رہی ہیں۔ پہلے ملازمت حرام تھی۔

موسیقی کے مسئلے پر مودودی صاحب نے اسے حرام قرار دیا مگر بعد میں کلاسیکل موسیقی سے دل بہلانے کو جائز قرار دے دیا۔ (مولانا مودودی کا انٹرویو عبدالقادر حسن سے گفتگو)

سورۂ سباء میں مسئلہ تصویر پر بحث کرتے ہوئے اسے ابد تک حرام قرار دے ڈالا مگر خاندان کی خواتین کے ساتھ مولانا مودودی کی تصویر اور مولانا کے اس کمرۂ خاص میں مہمانوں کے ساتھ انکی بے شمار تصویریں جہاں پرندہ تک پر نہیں مار سکتا تھا (وہ تصاویر) منیر احمد منیر کی کتاب میں شائع ہو چکی ہیں۔

ابوالکلام آزاد نے لکھا تھا کہ عورت قیادت کر سکتی ہے اسلام عورتوں کی سیاسی و مجلسی زندگی میں حصہ لینے میں مانع نہیں ہے۔

اس رائے پر مولانا مودودی نے جنوری 1953ء میں ترجمان القرآن میں ایک آتشیں مضمون لکھا ابوالکلام کے ایک ایک استدلال کی نفی کی اور ہر نفی کے بعد یہ جملہ دہرایا کہ جس شخص کے یہ خیالات ہوں اسکی جگہ اسلام کے دائرے کے اندر نہیں ہو سکتی۔ یہ پرچہ ادارتی صفحے سے لیکر آخری صفحے تک اس ایک تنقید اور تردید پر مشتمل ہے اور مضمون کی خوبی ہے کہ پورے مضمون میں آزاد کا نام استعمال نہیں کیا گیا۔ (افادات آزاد ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری ص ۱۰۶) مگر 1964ء میں فاطمہ جناح کی صدارت کا مسئلہ آیا تو مولانا مودودی نے رنگ بدلا ابوالکلام کے دلائل ان کی تحریر بن گئے فتویٰ دیا گیا کہ عورت کی سربراہی کا مسئلہ ابدی حرمتوں کے

مسئلہ سے تعلق نہیں رکھتا اور ایوب خان میں سوائے اس کے کوئی خوبی نہیں ہے کہ وہ مرد ہیں اور فاطمہ جناح میں سوائے اسکے کوئی خامی نہیں ہے کہ وہ عورت ہے"۔ اس فتویٰ کے باوجود تفہیم القرآن میں یہ تحریر ہے کہ عورت پارلیمنٹ اور کونسلوں کی ممبر نہیں بن سکتی، اسلام میں اسکی کوئی گنجائش نہیں ہے"۔ یہ تضادِ افکار ایک مفکر کا سرمایہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اپنی شخصیت کا طلسم خانۂ عجائب سجانے اور جمانے کے لئے عجیب و غریب دعوے بھی کئے جن کی قطعاً ضرورت نہ تھی کہا کہ میں نے زندگی میں کبھی داڑھی نہیں منڈوائی، کبھی مغربی لباس سوٹ نہیں پہنا لیکن "آتش فشاں" اور "جسارت" میں بغیر داڑھی سوٹ میں ملبوس تصاویر شائع ہو چکی ہیں۔ مودودی صاحب کی فکر کا محور یہ فلسفہ تھا کہ مسلمانوں کی تباہی بربادی اور گمراہی کا اصل سبب علماء، صوفیاء، صلحاء اور فقہاء کی ناقص تصور اسلام اور جاہلیت پر مبنی افکار تھے ان کی اصطلاح میں ان سے پہلے کی تمام اسلامی مطبوعات و افکار جامد مذہبیت کے مظاہر ہیں اور انہوں نے اسلام کا حرکی تصور پیش کیا۔ جماعت اسلامی کے طریقہ کار اور طریقہ انقلاب کو صرف اور صرف واحد درست طریقہ کار قرار دیا یہ بھی لکھا ہے کہ فقہی معلومات پر مبنی لٹریچر اصلِ دین، روحِ دین سے خالی ہے اور اصلِ دین اور روحِ دین وہی ہے جو ہماری (مولانا مودودی کی) تحریروں مین پیش کیا گیا ہے۔ (تذکرہ سید مودودی ص ۷۳۰)

اور 1970ء میں انہی صوفیاء اور علماء سے "سیاسی اتحاد" قائم کر لئے ہیں حالانکہ جماعت اسلامی کی تاسیس و تشکیل کا مقصد امت کو ان گمراہ فرقوں علماء و مشائخ سے بچانا تھا۔ مودودی صاحب کی تنقید کا دائرہ حضرت یونس علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک وسیع ہوا انہیں تاریخ اسلام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد کوئی کامل شخصیت نظر نہیں آئی حتی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی وہ مجدد کامل کے منصب کے اہل نہیں سمجھتے۔ ایک جانب وہ حضرت عثمان غنی اور امیر معاویہ پر سخت تنقید کرتے ہوئے ان کے افعال کو اسلامی ریاست میں رخنے اور تہلکے پیدا کرنے کا ذمہ دار ٹھراتے ہیں دوسری جانب نظام حیدر آباد دکن عثمان علی خان جیسے سازشی، خسیس، بدعقیدہ، بدکردار، فکر صحیح سے محروم آمر

جابر سلطان کو امت مسلمہ اور خصوصاً ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے امید کی آخری کرن اور اسکی سلطنت کو عالم اسلام کے لئے یاد رکھے جانے اور باقی رکھے جانے کے قابل مملکت قرار دیتے ہیں۔ وہ امیر معاویہ کے عہد کو ملوکیت کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے مگر ترکان عثمان کا دور ان کی تحریروں میں خلافت لکھا گیا اور خلافت عثمانی کے قصیدے کہتے ہوئے وہ سلیمان اعظم اور سلیم منحوس کے ظالمانہ اور جابرانہ عہد کی کرشمہ سازیاں بھول گئے۔ جنہوں نے آج تک یورپ اور مغرب کے سینے میں دھکنے والی انتقام کی بھٹیوں کو سرد نہیں ہونے دیا اور بوسنیا میں بہنے والا لہو اسی تاریخ کی صدائے بازگشت ہے۔ خلافت وملوکیت اور دیگر تحریروں میں وہ اتنے حقیقت پسند بن جاتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد اسلام کی پوری تاریخ و مسلمان کی تاریخ اور غیر اسلامی رویوں کی تاریخ قرار دے کر اسلام پر حملہ آور حلقوں اور مستشرقین کو مطمئن کر دیتے ہیں دوسری جانب غلو فی المذہب اور ملی عصبیت کا یہ عالم ہے کہ برعظیم کے غیر اسلامی سلاطین اور مغل فاتحین کے تعمیر کردہ ملوکانہ معاشروں کے بارے میں کہتے ہیں "برصغیر میں جب انگریز یہاں آئے تو یہاں اسلامی تعلیم رائج تھی مسلمانوں کی اپنی تہذیب قائم تھی ان کا اپنا تمدن موجود تھا ان کی اخلاقی اقدار محفوظ تھیں اور ملک میں اسلامی قانون نافذ تھا"۔ (تذکرہ سید مودودی ص ۸۴۲)

ایک طرف وہ جماعت اسلامی کے کارکنان کو "وہابی" کا خطاب ملنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ تفہیم القرآن میں احادیث سے ثابت کرتے ہیں کہ تمام پختہ قبروں اور مزاروں اور مقابر کو مسمار کر دیا جائے۔ مگر 3 مارچ 1975ء کو سعودی عرب میں مزارات گرانے پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میں نے الجمعیة دهلی میں اسکی مخالفت میں لکھا تھا کہ حرمین شریفین ساری دنیا کے مسلمانوں کے لئے یکساں مقدس اور قابل احترام مقامات میں ہے اور وہاں کے آثار بھی تاریخی اور یک گونہ تقدس کے حامل ہیں انہیں جوں کا توں رہنے دینا چاہئے۔ میرے ان مضامین کی مخالفت میں غلام رسول مہر (غیر مقلد) نے زمیندار میں لکھا تھا۔ (تذکرہ مودودی ۸۳۱)

مودودی صاحب تصوف کو اسلام کے لئے زہر قاتل سمجھتے تھے اور خانقاہوں کے نظام

سے متنفر تھے رسالہ "تجدید واحیائے دین" میں انہوں نے تصوف کو "چنیا بیگم" لکھا اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تعلیمات میں تصوف کی آمیزش پر کڑی تنقید کی مگر اس سلسلہ کی برکات کا اپنے خاندان میں اعتراف کرتے ہوئے خود اپنے اور اپنے خاندان کے لئے کہتے ہیں "یہ اللہ کا عطا کردہ فیضان ہے کہ ہمارے خاندان کا کوئی مرد باؤلے کتے کے کاٹے زخم پر کلی کر دے تو وہ ٹھیک ہو جاتا ہے لیکن یہ عمل بلک اٹھنے سے پہلے کیا جاتا ہے"۔ (تذکرہ ص ۸۴۰)

اپنی زندگی میں اہل تصوف کے اعتراضات سے گھبرا کر انکے معتمد خاص عاصم نعمانی نے "مولانا مودودی اور تصوف" نامی کتاب مرتب کی اور انکے انتقال کے بعد "تذکرہ سید مودودی" میں انہیں عظیم متصوف ثابت کرنے کے لئے "سلسلہ مودودیہ" کے ایسے ایسے عجائب و فضائل بیان کئے گئے ہیں جو مولانا مودودی کی تحریروں کی روشنی میں سنگین شرک ہے۔ اس خاندان کے ایک بزرگ کی کرامات میں بتایا گیا ہے۔ گوکہ "اسم مودودی" یک پاس کے پردے میں مستور ہے یک پاس یعنی ایک پہر رات دن آٹھ پہر کا ہوتا ہے۔ اس خاندان کے بزرگ لوگوں کی حاجتیں اور ضرورتیں تین گھنٹوں کے اندر پوری کر دیتے تھے اگر کوئی مشکل میں ہوتا تو اس خاندان کے لوگ تین گھنٹوں کے اندر ان کی مدد کو پہنچ جاتے۔ علم وفضل کے علاوہ خدمت خلق "خاندان مودودیہ" کے تمام بزرگوں کی وہ قدر مشترک ہے جسکو انہوں نے خلق خدا کو دین سے وابستہ کرنے کا موثر ذریعہ بنایا۔ (تذکرہ ص ۲۳)

"اخوان المسلمون" کی تشددانہ سرگرمیوں پر تنقید کرتے ہوئے مولانا مودودی نے کہا کہ جماعت اسلامی بیک وقت احراری اور مسلم لیگی نہیں بن سکتی انہوں نے تشدد کی سیاست کے ذریعے اسلام کے رسوخ کو یکسر مسترد کر دیا مگر انکی زندگی میں انکے سامنے "انصار المسلمین"، "ڈیمو کریٹک یوتھ فورس" اور "البدر والشمس" کے دستے تیار کئے گئے۔ محمد علی جناح کے بارے میں صاف صاف لکھا کہ یہ شخص اور مسلم لیگ کی پوری قیادت غیر اسلامی ہے مگر پاکستان بنتے ہی وہ محمد علی جناح ہو گئے اور انکے پاکستان کا مقصد نفاذ اسلام بذریعہ

جماعت اسلامی ہوگیا" مکاتب زنداں" میں شیعہ فرقے کو دائرے اسلام سے خارج قرار دیا گیا سورہ نور کی آیت استخلاف کی تشریح میں اور" رسائل ومسائل" میں جگہ جگہ شیعوں کے خلاف شدید تنقید کی مگر انھیں مملکت اسلامیہ کا ضروری عنصر بھی سمجھتے رہے اور ایران میں انقلاب انہی کی تحریروں سے پیدا کرنے کا دعویٰ بھی کیا گیا اور 1970ء میں اس بات کی صفائی پیش کرتے رہے کہ انکا امادا شیعہ نہیں سنی ہے۔

(ماہنامہ ساحل کراچی اداریہ اکتوبر نومبر 1994ء)

مولانا مودودی کے نظریات .... پروفیسر نظامانی کے جواب میں

از: ارشاد احمد حقانی

چند روز قبل میں نے ایک کالم " قاضی حسین احمد .... دوراہے پر" کے عنوان سے لکھا تھا جس کا بنیادی استدلال یہ تھا کہ قاضی صاحب نے مولانا مودودی کے مقابلے پر سماجی و معاشی انصاف کے مقصد اور ہدف کی طرف زیادہ توجہ دینی شرع کردی ہے۔ نیز وہ اس طرح امریکی حلقہ اثر کے قریب نہیں سمجھے جاتے جس طرح مولانا مودودی اور میاں طفیل محمد کے زمانے میں جماعت اسلامی سمجھی جاتی تھی۔ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ مولانا مودودی کا تصور اسلام اشرافیہ کا تصور تھا اور وہ سماجی و معاشی انصاف کے کوئی "نمایاں علمبردار" نہ تھے۔ اس پر جماعت اسلامی کے ایک بزرگ جناب پروفیسر کریم بخش نظامانی نے فرمایا کہ میرے اس کالم سے ان کی دل آزاری ہوئی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"حقانی صاحب کہتے ہیں" مولانا مودودی خود متوسط طبقہ سے تعلق رکھتے تھے لیکن انہوں نے جاگیرداری اور غیر محدود زمینداری کی حمایت کردی تھی" یہ سفید جھوٹ سے بھی بڑا جھوٹ ہے۔ آپ جماعت اسلامی کا 1970ء کا منشور پڑھ لیجئے جو مولانا مودودی نے اپنے دست مبارک سے لکھا تھا اور اس کا سندھی ترجمہ کرنے کی ہدایت راقم الحروف کو فرمائی تھی۔ منشور میں زیادہ سے زیادہ زمین کی حد تین سو ایکڑ رکھی گئی اس دستور کو پڑھنے کے بعد میری برادری کے

کچھ بڑے زمینداروں نے جن کا شمار "فدائیان مودودی" میں ہوتا ہے مولانا مرحوم کو تار بھی دیئے کہ یہ حد بندی خلاف شرع ہے۔ زمینداری کی حد بندی کے علاوہ بڑے بڑے مکانوں کی بھی اس منشور میں حد بندی کردی گئی تھی۔ جماعت کا 1970ء کا منشور ایک سیاسی شاہکار ہے جس کو شاید حقانی صاحب نے دیکھا بھی نہیں اسی لئے کھوکھلی نعرہ بازی پر مبنی منشوروں کی تعریف کرتے پھر رہے ہیں۔" مجھے تعجب ہے کہ پروفیسر صاحب نے مولانا مودودی کے معاشی وسماجی نظریات واضح کرنے کے لئے 1970ء کے منشور کا حوالہ دیا ہے اور میرے بیان کو سفید جھوٹ سے بھی بڑا جھوٹ قرار دیا ہے۔ میں بصد ادب انہیں یاد دلاتا ہوں کہ مولانا مودودی نے 1970ء سے پہلے بھی سماجی و معاشی مسائل پر لکھا تھا اور ان کے 1970ء کے منشور کو جماعت کی معاشی نظریات کے حوالے سے مخالفین کے الفاظ میں ایک "بڑی قلا بازی" اور دوستوں کے الفاظ میں "ایک انقلابی تبدیلی" قرار دیا گیا تھا۔ آیئے میں آپ کو بتاؤں کہ 1970ء سے پہلے مولانا کے معاشی نظریات کیا تھے۔ اپنی کتاب "مسئلہ ملکیت زمین" میں وہ اس موضوع پر تفصیل سے اظہار خیال کر چکے تھے۔ انہوں نے لکھا......:(اب یہ کتاب نئے نام سے بک رہی ہے اور "اسلام اور جدید معاشی نظریات" کہلاتی ہے۔) "جتنی قانونی شکلیں ایک چیز پر کسی شخص کی ملکیت قائم وثابت کرنے کے لئے مقرر ہیں ان ساری شکلوں کے مطابق زمین بھی اسی طرح ایک آدمی کی ملکیت ہوسکتی ہے۔ جس طرح کوئی دوسری چیز۔ اس کے لئے کوئی حد مقرر نہیں۔ ایک گز مربع سے لے کر ہزار ہا ایکٹر تک خواہ کتنی ہی زمین ہو اگر کسی قانونی صورت سے آدمی کی ملک میں آئی ہے تو بہرحال وہ اسکی جائز ملک ہے...... رہیں نظام "جاگیرداری" کی وہ خرابیاں جو ہمارے ہاں پائی جاتی ہیں تو نہ تو وہ خالص زمینداری کی پیداوار ہیں اور نہ ان کا علاج یہ ہے کہ سرے سے زمین کی شخصی ملکیت ہی اڑا دی جائے یا اس پر مصنوعی حد بندیاں عائد کی جائیں جو زرعی اصلاحات کے نام سے آج کل کے نیم حکیم تجویز کررہے ہیں" ص 127/128

پھر انہوں نے لکھا......:

"مصنوعی طریقوں کی طرح اسلامی انقلابی طریقوں کو بھی پسند نہیں کرتا۔ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کسب معاش کے بکثرت ایسے ذرائع استعمال کرتے تھے جن کو اسلام نے بعد میں آکر حرام اور سخت قابل نفرت ٹھہرایا۔ مگر پہلے کی جو املاک چلی آرہی تھیں ان کے متعلق اسلام نے یہ جھگڑا نہیں اٹھایا کہ جن جن لوگوں نے حرام خوری کے ذریعے سے دولت کمائی تھی اب ان کی املاک ضبط ہونی چاہئیں۔ حتیٰ کہ سود خوروں اور قحبہ گری کا پیشہ کرنے والوں اور ڈاکہ مارنے والوں تک کے پچھلے اعمال پر گرفت نہ کی گئی جس کے قبضے میں جو کچھ تھا اسلام کے دیوانی قانون نے اس پر اس کے حق ملکیت تسلیم کر لئے"۔ (صفحہ 124 معاشی نظریات)

اس تحریر پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک ممتاز مصنف لکھتے ہیں......:

اس درخشاں اصول کی روشنی میں اگر غور کیجئے تو پاکستان کے کس جاگیردار کی زمین محفوظ نہیں ہے اور کس سرمایہ دار، سود خور، قحبہ گر اور ڈاکو کا سرمایہ مامون نہیں ہے؟ کون نہیں جانتا کہ ہمارے ملک کی سب جاگیرداریاں برطانوی حکومت کی غلط بخشیوں کا نتیجہ ہیں اور کس طرح کے حق خدمت کا انعام ہیں؟ جب آپ ان کے بارے میں کہہ دیں کہ "جو کسی دور حکومت میں اختیارات کے ناجائز استعمال سے پیدا ہوئی ہوں" تو جاگیردار چاہے وہ پرانا ہو یا نیا یہی کہے گا میں تو مختار تھا ہی نہیں۔ میں تو حکومت کا غلام تھا۔ میں نے اپنے اختیار سے یہ زمین حاصل نہیں کی۔ مجھ کو یہ زمین زبردستی عنایت کی گئی ہے۔

پروفیسر ایم شریف پاکستان کے ممتاز فلسفی تھے۔ انہوں نے اسلامی تعلیمات پر ایک ضخیم کتاب شائع کی جس کا ایک باب "اسلام کی معاشی و سیاسی تعلیمات" مولانا مودودی نے تحریر کیا۔ اس میں مولانا فرماتے ہیں......:

قرآن نے معیشت کا جو منصوبہ پیش کیا ہے وہ کلیتاً ہر میدان میں انفرادی ملکیت کے تصور پر مبنی ہے۔ اس میں کہیں کوئی اشارہ نہیں ملتا کہ اس سلسلے میں اشیائے صرف اور ذرائع کی پیداوار ملکیت میں تخصیص کی جائے اور یہ کہا جائے کہ محض اول الذکر نجی ملکیت میں داخل ہیں اور

مؤخر الذکر کو "قومیانے" کی اجازت ہے۔ نہ قرآن میں ایسی کوئی بات ہے جس سے پایا جائے کہ مندرجہ بالا منصوبہ عارضی نوعیت کا ہے جسے بعد میں کسی اور مستقل طریق عمل سے بدلا جا سکتا ہے۔ محض یہ بات کہ قرآن میں ایک جگہ ذکر آیا ہے کہ "زمین خدا کی ملکیت ہے"۔ (الارض اللہ) یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لئے کافی نہیں ہے کہ قرآن زمین کی نجی ملکیت کے خلاف ہے یا اس سے منع کرتا ہے اور اسے "قومیانے" کی اجازت دیتا ہے...... علاوہ ازیں سورہ (حم السجدة) سے یہ استخراج کرنا بھی اتنا ہی غلط ہے کہ قرآن زمین میں تمام وسائل معیشت کو تمام انسانوں میں برابر تقسیم کرنا چاہتا ہے اور اس سے یہ نتیجہ بھی نکالنا غلط ہے کہ چونکہ ایسا محض "قومیانے" کے بعد ہی ممکن ہوگا۔ اس لئے قرآن اس نظام (قومیانہ) کو پسندیدہ نظر سے دیکھتا ہے یا اس کا علمبردار ہے۔ اس طرح کی تاویل تک پہنچنے کے لئے اس آیت کا ترجمہ ہی غلط کیا جاتا ہے۔ یعنی "اللہ نے زمین میں رکھے اس کے وسائل معیشت چار دنوں میں تمام طلب گاروں کے لئے مساوی" یہ غلط ترجمہ بھی مقصد پورا نہیں کرتا۔ "تمام طلب گاروں کے لئے مساوی" کے الفاظ کو محض انسانوں پر لاگو کرنا غلط ہوگا۔ ہر طرح کے حیوان بھی ان میں سے ہیں جو "طلب گار" ہیں۔ اس لئے اگر یہ آیت ان تمام کے لئے جو طلب گار ہیں مساوی حصے کا حکم دیتی ہے تو اس مساوات کو محض نوع انسان کے افراد کے لئے محدود کر لینے کا کوئی جواز نہیں"۔ (صفحہ 179)

آگے چل کر فرماتے ہیں......:

"اسلام معاشرے اور ریاست کے ذمے یہ فرض عائد نہیں کرتا کہ وہ اپنے افراد کو روزگار فراہم کرے" (ص۔135)

ان اقتباسات کو ملاحظہ فرمایئے اور بتایئے کہ ان سے مولانا مودودی سماجی و معاشی انصاف کے "نمایاں علمبردار" نظر آتے ہیں؟ قاضی حسین احمد نے جنگ فورم میں اگلے روز بلاوجہ نہیں کہا کہ ہم ایک فقرہ تو دہراتے رہے کہ ہم نفاذ شریعت کریں گے لیکن ہم نے عملی زندگی کے حوالے سے کبھی اس کی اس طرح تشریح نہ کی کہ لوگوں کو یہ سمجھ آجائے کہ اسلام کا نفاذ ان کی عملی

زندگی میں کس طرح کے تغیرات لائے گا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب 1970ء میں جماعت اسلامی نے منشور پیش کیا تو میں نے یہ لکھا تھا کہ اس انتخابی مہم کے لئے جماعت اسلامی نے پی پی پی کے اور پی پی پی نے جماعت اسلامی کے نعرے اپنا لئے ہیں۔ (پی پی پی نے اسلام ہمارا دین ہے کا نعرہ اسی زمانے میں اپنایا تھا اور اسے اپنے منشور کا چوتھا ستون قرار دیا تھا) پروفیسر نظامانی فرماتے ہیں کہ میں نے جماعت کا 1970ء کا منشور پڑھا بھی نہیں ہوگا"۔ میں نے صرف اسے پڑھا تھا بلکہ اس پر اسی زمانے میں تبصرہ بھی کیا تھا اور اس بات کا خیر مقدم کیا تھا کہ مولانا مودودی نے اپنے معاشی نظریات پر نظر ثانی کر لی ہے۔

پروفیسر نظامانی یہ ثابت کرنے کے لئے کہ مولانا مودودی غیر محدود زمینداری کے قائل نہیں تھے ان کی کتاب "رسائل ومسائل" سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے......

سوال...... میاں ممتاز دولتانہ اور دیگر وزراء کی حالیہ تقاریر سے متاثر ہو کر مالکان زمین اس بات پر آمادہ ہو رہے ہیں کہ وہ اپنے حقوق کو محفوظ کرنے کے لئے شریعت کے قانون کے نفاذ کا مطالبہ کریں۔ کیمبل پور میں ایسے ہی لوگوں نے مل کر "طالبان قانون شریعت" کے نام سے ایک انجمن کی بنیا ڈالی ہے...... موجودہ حالت میں ہمیں توقع ہے کہ یہ لوگ ہمارے نصب العین یعنی نفاذ قانون شریعت سے دلچسپی لیں اس بارے میں آپ ہمیں ہدایت فرمائیں کہ آیا ہم ان کے ساتھ مل کر کام کر سکتے ہیں؟

جواب...... (از مودودی) ایسے "طالبان قانون شریعت" کے ساتھ کسی تعاون اور اشتراک عمل کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا جو پوری شریعت کو ہڑپ کر جانے کے بعد کسی ایک مسئلہ میں شرعی قانون کے طالب بن کر اس لئے کھڑے ہوئے ہوں کہ اس مسئلے میں شریعت کا قانون ان کی خواہش نفس کے مطابق ہے۔ ایسے لوگوں کو آپ (اسلامک فرنٹ کے سادہ لوح کارکن غور فرمائیں۔ک۔

ب۔ن) صاف بتا دیجئے کہ ہمارا ان کے ساتھ کوئی میل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ شریعت الٰہی کا قیام ونفاذ نہیں چاہتے بلکہ اسے اپنے مفاد کے تحفظ کا آلہ کار بنانا چاہتے ہیں اگر وہ فی الواقع شریعت کے حامی اور طالب ہیں تو پوری شریعت کے قیام اور نفاذ کو اپنے پروگرام میں شامل کریں اور اپنی عملی زندگی خصوصاً اپنے زمینداری معاملات میں شریعت کی پیروی کر کے دکھائیں۔ اگر وہ ایسا کر دیں تو ان کے ساتھ تعاون واشتراک عمل کے مسئلہ پر غور کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ (ترجمان القرآن رمضان ۱۳۷۰ھ جولائی 1951ء)

اس اقتباس کے بارے میں صرف یہی کہوں گا کہ......

خود آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مولانا اپنے جواب میں فرماتے ہیں کہ ہم ان جاگیرداروں سے تعاون نہیں کر سکتے کیونکہ یہ پوری شریعت اپنے اوپر نافذ نہیں کرتے اور "صرف ایک مسئلے میں شرعی قانون کے طالب بن کر اس لئے کھڑے ہوئے ہیں کہ اس مسئلے میں (یعنی ملکیت زمین کی کوئی حد نہ ہونے میں) شریعت کا قانون ان کی خواہش نفس کے مطابق ہے"۔ مولانا کے یہ الفاظ زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ میاں دولتانہ کے بیانات سے خائف جاگیرداروں اور زمینداروں کا موقف کہ زمین کی ملکیت پر کوئی حد قائم نہیں کی جا سکتی، درست ہے۔ انہیں ان سے اختلاف صرف یہ ہے کہ ان کے بقول وہ محض ایک مسئلے پر جو ان کی خواہش نفس کے مطابق ہے، شریعت کا سہارا لینا چاہتے ہیں اور باقی مسائل پر شریعت کا ساتھ نہیں دینا چاہئے۔ پروفیسر نظامانی خود ہی فیصلہ کر لیں کہ 1970ء سے پہلے مولانا کا موقف کیا تھا اور یہ کہ "سفید جھوٹ سے بھی بڑا جھوٹ" میں نے بولا ہے یا خود انہوں نے۔ جنھوں نے مولانا کے معاشی نظریات کا تذکرہ 1970ء سے شروع کیا ہے۔ کیا ان سے پہلے مولانا کے معاشی نظریات نہ تھے۔ اگر تھے تو انہوں نے ان کا حوالہ کیوں نہیں دیا۔

مولانا نہ صرف غیر محدود زمینداری کے حامی اور اسے عین مطابق شریعت قرار دیتے

تھے بلکہ مزارعت یعنی بٹائی کے بھی حامی تھے اور اسے جائز کہتے تھے۔ حالانکہ ائمہ کی غالب اکثریت اس کی حامی نہ تھی۔ لیکن پی این اے کے منشور 1977ء میں جماعت اسلامی نے مزارعت کو حرام قرار دیا اور ایسا کرنے والوں کے موقف کو درست تسلیم کیا۔ جے یو آئی (فضل الرحمٰن) کے قائد مفتی محمود مزارعت کو حرام اور سود سمجھتے تھے اور یہی بات پی این اے کے منشور میں درج کی گئی۔ جس کا جماعت اسلامی ایک اہم حصہ تھی لیکن کیا پروفیسر نظامانی انکار کر سکتے ہیں کہ مولانا مودودی مزارعت کے حق میں تھے اور اسے انہوں نے بالکل جائز قرار دیا تھا۔

میں نے کبھی دولت کی قطعی مساویانہ تقسیم کی بات نہیں کی ہاں منصفانہ تقسیم کی بات ہمیشہ کی ہے۔ مولانا پر میرا اعتراض بھی یہی ہے کہ انہوں نے نجی ملکیت کے غیر محدود حق کو اس قدر مقدس قرار دے دیا کہ دولت اور وسائل رزق کی منصفانہ تقسیم کا تصور بھی اجاگر نہ ہو سکا۔

مولانا مودودی نے اکتوبر 1952ء میں دستوری تجاویز کا ایک خاکہ بھی دیا اور اقتصادی نظام کے خدوخال بھی واضح کئے۔ اس کا ایک اقتباس بھی ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں......" مجالس قانون ساز میں پارٹیاں بنانا ازروئے قانون ممنوع ہونا چاہئے "(دستوری تجاویز مولانا مودودی اکتوبر 52ء)" مجالس قانون ساز کی رکنیت کا حق عورتوں کو دینا مغربی قوموں کی اندھی نقالی ہے۔ اسلام کے اصول اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتے"۔ (دستوری تجاویز)

اقتصادی نظام

اور آخر میں "اسلام کا اقتصادی نظام" یہ تجویز ہونا چاہئے۔

(۱) خدا کی بنائی ہوئی فطرت خود اس بات کی متقاضی ہے کہ انسانوں کے درمیان تفاوت ہو۔

(۲) جو موٹر لئے ہوئے آیا ہے وہ موٹر ہی پر چلے، جو صرف دو پاؤں لایا ہے وہ پیدل ہی چلے اور جو لنگڑا پیدا ہوا ہے وہ لنگڑا کر ہی چلنا شروع کرے۔

(۳) جو ملکیتیں شرعاً صحیح ہیں، کسی حکومت اور کسی مجلس قانون ساز کو یہ حق نہیں ہے کہ ان کے مالکوں کے شرعی حقوق میں کسی قسم کی کمی بیشی کرے۔

(اسلام کا اقتصادی نظام۔ مارچ 1948ء)

مولانا کے معاشی نظریات کو سمجھنے کے لئے ذیل کا اقتباس بھی ملاحظہ فرمائیے۔ اس میں وہ مزارعت یعنی بٹائی پر کاشت کرانے کی بھی مدافعت کرتے ہیں حالانکہ ائمہ کی غالب اکثریت اسے حرام سمجھتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں......:

"اسلام دولت کی مساویانہ تقسیم کا قائل نہیں ہے بلکہ منصفانہ تقسیم کا قائل ہے......اسلام کی حدود میں رہتے ہوئے ہم کسی نوع کی جائز ملکیتوں پر نہ تو تعداد یا مقدار کے لحاظ سے کوئی پابندی عائد کر سکتے ہیں اور نہ ایسی من مانی قیود لگا سکتے ہیں جو شریعت کے دیئے ہوئے جائز حقوق کو عملاً سلب کرنے والی ہوں......جس طرح وہ ہم سے یہ نہیں کہتا کہ تم زیادہ سے زیادہ اتنا روپیہ، اتنے مکان، اتنا تجارتی کاروبار، اتنا صنعتی کاروبار، اتنے مویشی، اتنی موٹریں، اتنی کشتیاں اور اتنی فلاں چیز اور اتنی فلاں چیز اور اتنی فلاں چیز رکھ سکتے ہو اسی طرح وہ ہم سے یہ نہیں کہتا کہ تم زیادہ سے زیادہ اتنے ایکڑ زمین کے مالک ہو سکتے ہو پھر جس طرح وہ ہم سے یہ نہیں کہتا کہ تم صرف اسی تجارت یا صنعت یا دوسرے کاروبار کے مالک ہو سکتے ہو جسے تم براہ راست خود کرو......اسی طرح وہ یہ بھی نہیں کہتا کہ زمین کا مالک بس وہی ہو سکتا ہے جو اس میں خود کاشت کرے اور یہ کہ اجرت یا شرکت پر کاشت کرانے والوں کو سرے سے زمین پر حقوق ملکیت حاصل نہیں ہیں۔ اس قسم کی قانون سازیاں خود مختار لوگ تو کر سکتے ہیں مگر جو خدا اور رسول کے مطیع فرمانبردار ہیں وہ ایسی باتیں سوچ بھی نہیں سکتے"۔ (مسئلہ ملکیت زمین)

پروفیسر نظامانی پاکستان اسلامک فرنٹ سے بھی سخت ناراض ہیں۔ اس کی قیادت کو نعرہ باز اور طبقاتی امتیازات پیدا کرنے والی کہتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں......:

"اس وقت منصورہ (لاہور) میں تین قسم کے مہمان خانے ہیں کیا اعلیٰ درجہ کے دار الضیافہ (یہ اس مہمان خانہ کا نام ہے) جس میں میرے جیسے عام کارکن قیام کر سکتے ہیں؟ جبکہ مولانا مودودی کے دور میں جو کہ بقول حقانی صاحب عدم مساوات کے قائل ہیں، ہم سارے مہمان ایک جیسی چارپائیوں (جو کہ معیاری نہیں ہوتی تھیں) پر سوتے اور یکساں قسم کا سادہ کھانا کھاتے۔

اب ذرا "دار الضیافه" میں جا کر تو دیکھئے! "اسلامک فرنٹ" کی ساری نعرہ بازی کا پول کھل جائے گا"۔

یہ جماعت کی موجودہ قیادت سے ان کی ناراضگی کا اظہار ہے لیکن کیا پروفیسر نظامانی کو یہ معلوم ہے کہ مولانا مودودی کے زمانے میں جماعت کے پاس صرف ایک پرانی سٹیشن ویگن ہوا کرتی تھی (میں نے خود اسے سینکڑوں مرتبہ جماعت کے کاموں کے لئے استعمال کیا) لیکن آج منصورہ میں کئی اچھی اور بڑی گاڑیاں ہیں۔ یہ مادی حالات اور وقت کی تبدیلی کا نتیجہ ہے اور اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ جماعت کی ماضی کی قیادت تو مساوات پسند تھی لیکن آج کی نہیں۔ پروفیسر نظامانی فرماتے ہیں......:

" کیا یہ تاریخی حقیقت نہیں ہے کہ بھٹو نے مفتی محمود، پروفیسر غفور احمد کو قومی اسمبلی سے ڈنڈا ڈولی کر کے جبراً باہر پھنکوا دیا تھا؟ دینی رہنما ان باتوں کو بھلا کر بینظیر بھٹو صاحبہ اور پیپلز پارٹی سے کیوں تعاون کرنے کے روادار ہو رہے ہیں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے لیکن جماعت اسلامی کے رکن ہونے کے ناطے میرے لب سلے ہوئے ہیں۔ مساوات کے متعلق ایک سندھی کہاوت ہے کہ "تون بہ رئیس، آون بہ رئیس پوہ گدھ کیھر ھکلندو" یعنی تم بھی رئیس اور میں بھی رئیس پھر گدھا کون ہانکے گا یعنی سارے برابر برابر رئیس بن جائیں تو پھر سخت کام کون کرے گا۔ سوشلسٹ فلسفیوں کے لئے یہ مسئلہ دردسر کا باعث ہے کہ ان کی (نام نہاد) معاشی اور سماجی مساوات پر مبنی ریاست میں نیچ کام (مثلاً باتھ روم اور گلیوں کی صفائی وغیرہ) کون کرے گا؟ کون سڑکوں کے پتھر کوٹے گا۔ پھر ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ مساوات کے تقاضے کے مطابق اگر ہر شخص کے پاس کار ہوگی (اور ہونی بھی چاہئے) تو کراچی کی سڑکوں پر ستر لاکھ کاریں چلانے کی گنجائش ہے؟ لاہور کے اپر مال پر اس شہر میں چالیس لاکھ گاڑیوں کی موجودگی میں آپ کسی ریسٹورنٹ میں چائے پینے کے لئے پہنچ سکتے ہیں؟ کوئی سوشلسٹ صاحب ان سوالات کا جواب دیں تو ان کی بڑی عنایت ہوگی۔ مودودی کے ذمہ تو یہ سوال تھے ہی نہیں کہ وہ معاشی مساوات کے نہیں معاشی عدل

کے قائل تھے۔ ان کے ایک عرب ہم خیال (بلکہ معتقد) مصنف کی ایک تصنیف کا عنوان ہی "اسلام میں عدل اجتماعی" ہے۔ (اسلام میں اگرچہ برہمنوں والی سماجی اونچ نیچ نہیں ہے لیکن اس دین فطرت میں حفظ مراتب کا خیال ضرور رکھا جاتا ہے۔ اس بارے میں نبی پاک ﷺ کا طرز عمل کیا تھا؟ مہاجرین اور انصار میں نبی ﷺ نے ہجرت کے بعد جو بھائی چارہ قائم کیا تھا اس رشتہ کے قائم کرنے میں آنحضرت ﷺ طرفین کے رتبہ اور حیثیت کا فرق مراتب ملحوظ رکھتے تھے۔ یعنی جو مہاجر جس درجے کا ہوتا اسی رتبے کے انصار کو اس کا بھائی بناتے تھے"۔

بھٹو نے مفتی محمود اور پروفیسر غفور احمد کو اسمبلی سے باہر پھنکوایا تھا تو بہت برا کیا تھا اور میں نے ہمیشہ ایسے سیاسی رویئے کی مذمت کی ہے لیکن پروفیسر صاحب اپنی ممدوح جماعت کی سابق قیادت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس نے ایک آمر اور ننگے مارشل لاء کے ایڈمنسٹریٹر کی سالہا سال تک حمایت کی حتیٰ کہ مارشل لاء کی بی ٹیم ہونے کا اعزاز پایا اور بدنام زمانہ ریفرنڈم میں اس کی واحد حامی جماعت ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

کیا یہ سب کچھ درست ہے۔ اس وقت بھی پروفیسر صاحب کے ہونٹ سلے ہوئے تھے؟ یا انہوں نے اس روش کے خلاف احتجاج کیا تھا؟ یا آج وہ اس روش کو غلط سمجھتے ہیں؟ جہاں تک مساوات کے بارے میں سندھی کہاوت کا حوالہ دینے کا تعلق ہے اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ پروفیسر صاحب مساوات تو کجا سماجی و معاشی انصاف کے بھی قائل نہیں اور اس بارے میں ان کی سوچ مولانا مودودی کی سوچ کے عین مطابق ہے۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ معاشرے غریب رہنے چاہئیں تا کہ وہ گدھے ہانکتے رہیں اگر ایسا نہ ہوا تو انتظام خداوندی میں خلل واقع ہو جائے گا۔ کیا اس کے بعد بھی وہ مجھ پر یہ الزام عائد کرنا درست خیال کرتے ہیں کہ میں نے کہہ دیا ہے کہ مولانا مودودی سماجی و معاشی انصاف کے "نمایاں علمبردار" نہ تھے۔ پروفیسر صاحب! میں نے نرم الفاظ استعمال کئے ہیں۔ حقیقت اس سے بھی تلخ ہے۔

اگر یہ سماجی و معاشی نظریات اشرافیہ کے تصورات نہیں ہیں تو پھر اور کون سے ہیں۔

بعض قارئین کو سمجھ نہیں آتی کہ اشرافیہ سے کیا مراد ہے وہ اسے شرفاء کے ہم معنی سمجھ رہے ہیں۔اشرافیہ سے مراد کسی معاشرے کا بالائی طبقہ ہے۔افلاطون نے بھی اشرافیہ کی حکومت کا تصور پیش کیا تھا اور انسان کے سیاسی فکر کے ارتقاء کی تاریخ میں یہ کوئی انوکھا یا نامانوس نظریہ نہیں لیکن میری دانست میں اسلام اس کا قائل نہیں۔اسلام تو دبے ہوئے، کچلے ہوئے، گرے ہوئے لوگوں کو اوپر اٹھانے، ابھارنے اور عزت کا مقام دلانے کے لئے آیا تھا۔یہی اقبال کا تصور اسلام ہے اور اس کے ہزاروں اشعار اس کی وضاحت کرتے ہیں۔پروفیسر نظامانی مجھ پر تنقید کرنے کے بجائے مولانا مودودی کے علاوہ بھی اسلامی مفکرین کے سیاسی و معاشی نظریات اور تصورات کا مطالعہ کریں۔صرف اقبال پر ہی نظر ڈال لیں دونوں کے تصورات کا فرق سمجھ میں آ جائے گا۔

(روزنامہ جنگ کراچی 26 اگست، 1993، کالم 3 حرف تمنا)

صوفی محمد بنام مودودی جماعت

پشاور۔تحریک نفاذ شریعت کے امیر مولانا صوفی محمد نے انکشاف کیا ہے کہ جماعت اسلامی "اسلام" کے نام پر فراڈ کر رہی ہے یہ جماعت ملک میں نظام شریعت کے نفاذ میں مخلص نہیں بلکہ یہ اسلام کے نام کو محض ایک سیاسی نعرے کے طور پر استعمال کرتی ہے۔انہوں نے کہا کہ میں نے اور میرے ساتھیوں نے اس لئے جماعت اسلامی سے قطع تعلق کیا کیونکہ اس جماعت کے قول و فعل میں تضاد ہے اس جماعت کے لیڈر ایوان اقتدار تک رسائی اور پیسے کیلئے ہمیشہ سودے بازی کرتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی نے ہم سے بے وفائی کی کہ اگر جماعت اسلامی ملک میں نفاذ شریعت میں مخلص ہوتی تو یہاں کب کا اسلام نافذ ہو چکا ہوتا لیکن جماعت کے لیڈر اسمبلیوں تک پہنچنے اور مراعات کے حصول کیلئے اسلام کا سہارا لیتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ 1988ء میں ہم نے جب تحریک نفاذ شریعت کی بنیاد ڈالی تو ہم نے تمام سیاسی جماعتوں سے ایک معاہدہ کیا کہ شریعت تحریک کے کارکن انتخابات میں حصہ نہیں لیں گے۔ لیکن یہ جماعت اسلامی تھی جس نے سب سے پہلے اس معاہدے کو توڑا اور انتخابات میں شرکت کی

ایک سوال کے جواب میں انہوں نے جماعت اسلامی کے رہنماؤں کے نفاذ شریعت کی حمایت میں بیانات کو محض ایک ڈھونگ قرار دیا اور کہا کہ جماعت اسلامی اندر ہی اندر ہماری مخالفت کرتی ہے۔کیونکہ اسے معلوم ہے کہ تحریک نفاذ شریعت کی کامیابی اس کی سیاسی موت ہے۔

(روزنامہ پاکستان لاہور 18 نومبر، ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ دسمبر 1994ء)

میاں بیوی میں تضاد

مولانا مودودی اور ہندو پاک میں ان کی جماعت کے افراد محفل میلاد کے خلاف جس غیظ و غضب اور نفرت و دشمنی کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں وہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ابھی گذشتہ سال ہی کی بات ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کے موقع پر مولانا مودودی نے تقریر کرتے ہوئے یہ کہا تھا۔"اس دن کو دیوالی اور دسہرہ کی شکل دیدی گئی ہے اور عین میلاد کے دن لاہور میں شیطان کا علم بلند کیا گیا ہے"۔(معاذ اللہ)(نوائے وقت لاہور)

یہ رہا مولانا مودودی کا کردار! اب ان کی بیگم صاحبہ کا کردار ملاحظہ فرمائیے روزنامہ نوائے وقت لاہور رقم طراز ہے کہ امسال ۱۲ ربیع الاول کے موقعہ پر لاہور کے ایک کلب میں محفل میلاد منعقد ہوئی جس میں مودودی صاحب کی بیگم بھی شریک ہوئی قیام و سلام بھی ہوا اور دعا پر مجلس ختم ہوگئی موصوفہ کی تقریر کا یہ حصہ قابل ذکر ہے۔"یہ مہینہ ہر برس آتا ہے اور ہم عید میلاد النبی ﷺ بڑے چاؤ اور جذبے سے مناتے ہیں"۔

(نوائے وقت 21 جون 1967ء، بحوالہ آئینہ حقیقت ص ۷۵ مطبوعہ لاہور)

عورت کی صدارت کے متعلق مولانا مودودی کے (۲) دو فتوے

1964ء کا فتویٰ: اگر ایک طرف خاتون ہے لیکن اس میں عورت ہونے کے سوا اور کوئی چیز (بے پردگی) قابل اعتراض نہیں۔اور دوسری طرف ایک مرد ہے لیکن اس میں مرد ہونے کے سوا باقی ہر چیز قابل اعتراض ہے۔تو مرد کے مقابلہ میں عورت ہر طرح قابل قبول ہے"۔

(ہفت روزہ شہاب، لاہور، یکم دسمبر 1964ء)

"ہماری صدارتی امیدوار مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح، صدر ایوب سے ہزار درجہ بہتر ہیں"۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور 24 دسمبر 1964ء)

1952ء کا فتویٰ:۔ مملکت کی ذمہ داری کے مناسب (خواہ وہ صدارت ہو یا وزارت یا مجلس شوریٰ کی رکنیت یا مختلف محکموں کی ادارت) عورتوں کے سپرد نہیں کئے جاسکتے اس لئے کسی اسلامی ریاست کے دستور میں عورتوں کو یہ پوزیشن دینا یا اس بات کیلئے گنجائش رکھنا نصوص صریحہ کے خلاف ہے"۔ (ترجمان القرآن ستمبر 1952ء)

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

میلاد النبی ﷺ کے متعلق مولانا مودودی کے (۲) دو فتوے

1966ء کا فتویٰ:۔ مولانا مودودی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:۔ سب سے پہلے تو آپ کو یہ پوچھنا چاہئے تھا کہ۔ اسلام میں عید میلاد النبی کا تصور بھی ہے یا نہیں، اس تہوار کو جسے ہادی اسلام ﷺ سے منسوب کیا جاتا ہے حقیقت میں اسلامی تہوار ہی نہیں، اس کا کوئی ثبوت اسلام میں نہیں ملتا۔ حتی کہ صحابہ کرام نے بھی اس دن کو نہیں منایا۔ صد افسوس اس تہوار کو دیوالی اور دسہرہ کی شکل دے دی گئی ہے لاکھوں روپیہ برباد کیا جاتا ہے۔ مستورات زیبائش کر کے جلوس اور روشنی دیکھنے کے لئے نکلتی ہیں۔ (قندیل 3 جولائی 1966ء)

انہی خیالات کا اظہار مولانا مودودی نے 1945ء میں بھی کیا تھا چنانچہ وہ فرماتے ہیں "میرے نزدیک میلاد یا سیرت کے یہ جلسے جو ربیع الاول میں ہوتے ہیں مسلمانوں کے ان مشاغل میں شامل ہوگئے ہیں جن سے مقصود بجز اپنے نفس کو فریب دینے کے اور کچھ نہیں۔ (ترجمان القرآن جنوری فروری 1945ء)

1970ء کا فتویٰ:۔ ہم نے رسول پاک ﷺ کی شان میں نکالے جانے والے جلوسوں کی

کبھی مخالفت نہیں کی اور نہ اس روز نکالے جانے والے جلوسوں کے خلاف کبھی بیان دیا ہے۔ لیکن حضور ﷺ کے ادب کے خلاف جو افعال ان جلوسوں میں ہونے لگے ہیں مثلاً ٹوسٹ ناچ، فلمی گانے اور بھنگڑا ناچ ان چیزوں کی تائید کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے"۔ انہوں نے (مولانا مودودی) نے کہا۔ "اگر ان جلوسوں میں اس طرح کی چیزیں نہ ہوں تو اس میں شرکت کرنی چاہئے۔

(روزنامہ کوہستان لاہور ۱۱ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ اور روزنامہ ندائے ملت لاہور 18 مئی 1970ء ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث لاہور 22 تا 29 مئی 1970ء)

"ابوالاعلیٰ" نام اسلام کی روشنی میں

جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی ہیں۔ ان کا نام ابوالاعلیٰ کیسا ہے؟ مودودی صاحب کو ابوالاعلیٰ کہنا اہل علم کے ذہنوں میں ایک سوال اور ایک خلش پیدا کرتا ہے کہ۔ الاعلیٰ۔ اور۔ ابو۔ اعلیٰ تو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں شامل ہے پھر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ابو کا لفظ لگا کر کسی انسان کا نام ابوالاعلیٰ رکھنا کس طرح جائز ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے علاوہ کسی اور چیز کو بھی ہم اعلیٰ تو کہتے ہیں۔ مثلاً یہ قلم اعلیٰ ہے یا یہ اعلیٰ کتاب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الاعلیٰ (معرف بلام) ہے نہ کہ اعلیٰ (جو کہ نکرہ ہے) اس لئے ابوالاعلیٰ اور ابو اعلیٰ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر مولانا کا نام ابو اعلیٰ ہوتا تو شاید اعتراض وارد نہ ہوتا۔ معرف بالام اور نکرہ کے فرق کو یوں سمجھا جائے کہ سرکار دو عالم نور مجسم ہادی عالم شفیع اعظم ﷺ کی صفات میں رؤف اور رحیم بھی ہے جیسا کہ وبالمومنین رؤف رحیم (سورہ توبہ) یہاں چونکہ یہ القاب نبی پاک صاحب لولاک ﷺ کے لئے ہیں اور جب سرکار ابد قرار ﷺ کے لیے الرؤف اور الرحیم استعمال نہیں ہوا تو کسی دوسرے کے لئے اللہ کا نام "الاعلیٰ" کیسے استعمال ہوسکتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ السمیع وبصیر ہے لیکن انسان کے لئے صرف سمیع بصیر استعمال ہوا ہے جیسا کہ فجعلناہ سمیعا بصیرا۔ کسی شخص نے کہا کہ ابوالخیر پر تو اعتراض نہیں کیا

جاسکتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الخیر نہیں ہے۔ تحقیقی امر کا خلاصہ یہ ہے کہ الف لام سے لام التعریف اور تحسین کے لئے ہوتا ہے اس لئے اعلیٰ پر الف لام لگ جائے تو پھر یہ لفظ "الاعلیٰ اللہ" کے ساتھ مختص ہو جاتا ہے اور ابوالاعلیٰ کسی کا نام رکھنا جائز نہیں بلکہ شرک بالذات ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ ابوالاعلیٰ کی جگہ "عبدالاعلیٰ" ہوتا۔ قرآن پاک میں صرف فرعون کے متعلق ذکر آیا ہے۔ انا ربکم الاعلیٰ (میں تمہارا بہت بڑا رب ہوں) اس نے اپنے کو صرف بڑا رب کہا لیکن مودودی صاحب نے اپنے آپ کو ابوالاعلیٰ (خدا کا باپ) کہلایا (نعوذ باللہ) کیا کوئی دانشور اس سوال کا جواب دے سکے گا (پروفیسر نصیرالدین شبلی)

جماعت اسلامی کے مرکز منصورہ میں سکھوں کی پذیرائی

اصل پذیرائی سکھ یاتریوں کی جماعت اسلامی نے کی۔ منصورہ نعرہ تکبیر کے بجائے "ست سری اکال" کے نعروں سے گونجتا رہا اور تو اور جماعت اسلامی نے سکھوں سے مل کر کشمیر کو آزاد کرانے اور آزاد خالصتان قائم کرنے کے لئے مشترکہ تحریک چلانے کا اعلان کر دیا۔ یہ بھی اعلان کیا گیا کہ ہمارا دکھ درد ہماری اخلاقی قدریں اور ہمارا دشمن مشترک ہے۔ ہم دونوں توحید کے ماننے والے ہیں۔ عقیدہ بھی ایک ہے اس لیے منصورہ کے دروازے سکھوں کے لیے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔ پھر قرآن حکیم اور گرنتھ صاحب کا موازنہ کیا گیا۔

جماعت اسلامی اور سکھوں کے ملاپ کی تقریب میں جو تقریریں ہوئیں ان میں یہ خبر سنائی گئی کہ سکھوں اور جماعت اسلامی کی سوچ بالکل ایک ہے۔ ہمارے درمیان توحید کا عقیدہ مشترک ہے اور یہ کہ سکھ آئندہ لائحہ عمل لاہور کے منصورہ یا لندن میں مل بیٹھ کر طے کریں گے۔ سکھ یاتری پاکستان سے بڑی خوشی خوشی واپس گئے اور کہتے ہیں وہ دن دور نہیں جب خالصتان بن جائے گا اور اس کا صدر مقام ننکانہ صاحب (ضلع شیخوپورہ پنجاب) ہوگا۔ اس کے بعد جب دنیا بھر سے سکھ اپنی مذہبی تقریبات منانے پاکستان آیا کریں گے وہ منصورہ میں قیام کیا کریں گے۔ زمانہ کتنی جلدی بدلتا ہے اس کا اندازہ منصورہ میں "ست سری اکال" کے نعروں کی گونج سے

لگایا جاسکتا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ منصورہ میں "ملن پارٹی" منانے والے ان 80 ہزار مسلمان لڑکیوں کو بھول گئے جن کو قیام پاکستان کے اعلان کے بعد سکھ اٹھا کر لے گئے۔ بہت سی مسلمان لڑکیوں نے کنوؤں میں چھلانگ لگا کر اپنی عزتیں بچائیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ سکھوں نے قیام پاکستان کے وقت مسلمانوں پر جو ستم توڑے تھے انہیں اسلام کی نام لیوا "جماعت اسلامی" نے کیسے فراموش کر دیا؟

(روزنامہ دن لاہور 21 نومبر 2000ء توصیف احمد خان)

منصورہ کی بستی "ست سری اکال" کے نعروں سے گونج اٹھی۔ اس سے کشمیر میں جاری جہاد پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔ اگر چہ مخالفین اب جماعتیوں پر "اسلامی سکھ" ہونے کی پھبتی کسنے لگیں گے۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 19 نومبر 2000ء کالم "سرِ راہ")

مودودیت سے توبہ تائب حضرات

جو اُن کے خدمت دین کے دلکش نعروں سے متاثر ہو کر صدق دل سے ان کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے۔ اور جماعت کے اعلیٰ ترین مناصب پر فائز بھی ہو چکے تھے، مگر ان کے حالات درُون خانہ سے واقف ہو جانے کے بعد مایوس اور بددل ہو کر یکے بعد دیگرے جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔

چنانچہ سب سے پہلے منظور احمد نعمانی ایڈیٹر رسالہ "الفرقان" لکھنؤ جو جماعت کے سرگرم رکن تھے، ان کی دھاندلیوں سے متنفر ہو کر مستعفی ہو گئے اور ان کے زیر اثر سینکڑوں افراد رفتہ رفتہ سرکتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ امیر جماعت صوبہ پنجاب سعید ملک نے بھی جماعت سے بیزاری کا اعلان کر دیا۔ رہی سہی کسر امین احسن اصلاحی نے پوری کر دی، اور مودودیت سے تائب ہو گئے اور یہی نہیں بلکہ اخبارات میں اعلان کرا دیا کہ اس جماعت کو جماعت اسلامی کہنا ہی غلط ہے۔ اس کے علاوہ مولوی عبدالرحیم صاحب اشرف ایڈیٹر رسالہ "المنیر" و امیر حلقہ لائلپور نے جماعت سے

علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ نیز

مولوی ابوالحسن علی ندوی	ناظم ندوۃ العلماء لکھنو
مولوی جعفر شاہ ندوی	یکے از بانیان جماعت
مولوی عبدالغفار حسن	سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان
عبدالجبار غازی	سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان
سردار محمد اجمل خان لغاری	رکن مرکزی شوریٰ
مولوی عبدالحق جامعی	سابق امیر حلقہ بہاولپور
راؤ خورشید علی خاں	ایم۔ پی۔ اے
ارشاد احمد حقانی ایڈیٹر تسنیم	نامور صحافی
محمد عاصم الحداد	سابق ناظم دار العروبہ
جناب کوثر نیازی صاحب	سابق امیر جماعت اسلامی حلقہ لاہور

یہ وہ حضرات ہیں جو جماعت اسلامی کے چوٹی کے لیڈر رہتے اور بقول کوثر نیازی یہ وہ راہنما ہیں جو مودودی صاحب کے بعد جماعت کا اصل سرمایہ اور اثاثہ سمجھے جاتے تھے۔ کاش! کہ مودودی صاحب کے اندھے مقلدوں کو یہ سوچنے کی توفیق نصیب ہوتی کہ کیا ان سب قائدین کے دماغ خراب ہوگئے تھے؟ کیا یہ سب بک گئے تھے؟ کیا یہ سب بددیانت تھے؟ کیا یہ سب دین سے ناواقف تھے؟ اگر ان سب میں دیانت مشکوک تھی، ان سب کا علم ناقابل اعتماد تھا جو اپنے اپنے وقت میں جماعت کے ستون تھے! تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ عوام جماعت کے باقی ماندہ تنخواہ دار کارکنوں کے علم و دیانت پر بھی کیوں بھروسہ کریں۔

(کتاب میں نے جماعت اسلامی کیوں چھوڑی، صفحہ 3،4 از کوثر نیازی)

"مودودی "سیرت مصطفوی ﷺ سے بیزار زندگی رکھنے والا فرد

مولانا منظور احمد نعمانی جو جماعت اسلامی کے بنیادی ارکان میں سے ہیں۔ اپنی

علیحدگی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "کاش! ہم لوگوں کی غلطی اور وقت کا ضیاع دوسروں کے لئے باعث عبرت ہو، غازی عبدالجبار اور حکیم عبدالرحیم اشرف بھی پرانے ساتھی تھے جو الگ ہوگئے اس لئے کہ سیرت مصطفوی ﷺ سے بیزار زندگی رکھنے والے فرد کی اچھی اچھی باتیں سن کر جماعت میں شامل ہونے والے افراد کا آخر کار غیر مطمئن ہو کر نکلنا بالکل قدرتی بات ہے۔ اللہ کی شان! کہ مودودی صاحب معترضین کا منہ بند کرنے کے لئے اپنے جن ساتھیوں کی رفاقت کا فخر سے ذکر کرتے تھے وہ سب ایک ایک کر کے الگ ہوگئے۔ ایک عرصہ تک میری بھی رائے تھی کہ جماعت کے کام میں "خیر" کا پہلو غائب ہے لیکن اب علم و اندازے کے بعد میرا یہ خیال بدل گیا ہے۔ اب حلقہ جماعت میں شامل لوگوں کی ذہنیت یہ ہے کہ اسلام کے تقاضوں کو اسلاف نے نہیں سمجھا مودودی صاحب نے سمجھا ہے اور ظاہر ہے کہ فہم دین کے بارے میں سلف سے بے اعتمادی ساری گمراہیوں اور سارے فتنوں کی جڑ ہے۔

(خلاصہ اقتباس از جماعت اسلامی سے مجلس مشاورت تک)

توبہ نامہ:۔ مولانا صبغۃ اللہ بختیاری، جماعت اسلامی کے ممتاز راہنما تھے۔ لیکن بالآخر جماعت کی بداعتقادیوں کی وجہ سے تنگ آ کر جماعت سے علیحدگی اختیار کر گئے اور باقاعدہ "توبہ نامہ" اخبارات میں شائع کروایا۔"

اگر میں جماعت سے نہ نکلتا تو میری روح خدا سے شرمندہ ہوتی اور میرا ضمیر مردہ ہو جاتا!

مولانا امین احسن اصلاحی، سابق مرکزی نائب امیر، جماعت اسلامی کے بانی رکن اور مودودی کی تعریف میں ہمیشہ رطب اللسان رہتے تھے، ان کے رویہ میں پندرہ سال بعد یہ تبدیلی آخر کن تجربات و احساسات کی مرہون منت ہے؟ اس کا جواب مولانا امین احسن اصلاحی کے ان خطوط سے مل جاتا ہے جو انہوں نے مودودی صاحب کو لکھے تھے۔ انہوں نے ایک خط مودودی

صاحب کو بھیجنے کے بعد سائیکلو اسٹائل کرا کے شوریٰ کے اراکین کو بھیجا تھا، اس کے صفحہ نمبر ۵ پر لکھتے ہیں۔ "شق نمبر ۱۰، ان سارے تجربات کے بعد اب میں کس مقصد کے لئے جماعت میں پڑا رہتا؟ میں نہ تو "انقلابی قیادت" کے نعرہ کو اسلامی انقلاب کا ذریعہ سمجھتا ہوں، اور نہ ووٹ حاصل کرنے کی بھاگ دوڑ کو اصلاح معاشرہ کا واسطہ، جماعت کا موجودہ دستور نہ شورائی ہے نہ جمہوری، پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مجھے "امیر جماعت" کے نہ عدل پر بھروسہ ہے نہ ان کی تنہا بصیرت پر، نہ دستور جماعت کے ساتھ ان کی وفاداری پر، آگے چل کر لکھتے ہیں "مجھے یہ توقع نہیں ہے کہ آپ جماعت کے بعض نادان حامیوں کی طرح جماعت اسلامی کو وہ "الجماعت" سمجھتے ہوں کہ جس سے نکلنا جہنم کی وعید کا مستوجب ہو۔ یا جس کو چھوڑنے کے لئے جماعت کی طرف سے کسی کفر صریح کا اعلان ہو۔ یہ جماعت اقامت دین کے لئے اٹھی تھی۔ اگر کسی پر یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ اس کے لیڈروں نے اس کو اس راہ سے ہٹا کر غلط راہ پر ڈال دیا ہے۔ تو اس کا فرض ہے کہ وہ اس کی اصلاح کی کوشش کرے اور اگر دیکھے کہ اس کی کوشش کی راہ مسدود ہو چکی ہے تو اس سے الگ ہو جائے۔ میں نے اپنے امکان کی حد تک اس کی اصلاح کی کوشش کی لیکن جب مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی تو اس سے الگ ہو گیا ہوں مجھے خدا نے دین اور دنیا کا تھوڑا بہت جو علم دیا ہے، میں نے جو کچھ کیا ہے اس کی راہنمائی میں کیا ہے میں اگر ایسا نہ کرتا تو میری روح خدا سے شرمندہ ہوتی اور میرا ضمیر مردہ ہو جاتا اور شاید آئندہ نسلیں مجھ پر لعنت بھیجتیں۔"

مولانا امین احسن اصلاحی مورخہ 13 جنوری سن 1958ء کو ایک خط مودودی کو لکھتے ہیں، "مجھے جماعت کی موجودہ پالیسی اس کے موجودہ نظام اور اس کے موجودہ دستور سے اتفاق نہیں ہے اور بدقسمتی سے آپ پر بھی آپ کے بعض اقدامات کے سبب سے مجھے اعتماد باقی نہیں رہا ہے۔ جماعت کے کچھ مخلصین جو اصلاح احوال کی کوشش کر رہے تھے، اب وہ بھی اپنی کوششوں میں ناکام ہو کر مجھے اپنی مایوسی کی اطلاع دے چکے ہیں۔ اس وجہ سے نہایت افسوس کے ساتھ اب میں جماعت کی رکنیت سے استعفیٰ دیتا ہوں۔"

(بحوالہ تاریخ وہابیہ، ص ۱۷۰)

جماعت کی وحشیانہ کاروائیاں

ممتاز بزرگ رہنما عباس باوزیر پاکستان مسلم لیگ سندھ کے جوائنٹ سیکریٹری ہیں کہتے ہیں کہ وفاقی حکومت کے سیکریٹریٹ میں وزیر محنت کے دفتر کے سامنے ان کے پچاس ساٹھ تھنڈر اسکواڈ کے جوانوں نے اشتیاق آسی کی قیادت میں مارا پیٹا گالیاں دیں اور میرے جوتے نکال کر میری سفید داڑھی جو سنت رسول کی علامت ہے پر جوتے برسائے ان اعمال اور اس کے کرنے والوں کو لوگ اسلامی کہیں: میں کیسے کہہ سکتا ہوں۔

وہ ایک انٹرویو میں اپنی روئیداد کے بارے میں بتاتے ہیں: جماعت اسلامی بھی مزدوروں کو جمع کر کے الیکشن اور ریفرنڈم کے ذریعے پہلے انہیں اپنے قابو میں کرتی ہے پھر ان تنظیموں کے ان عہدے داروں کو بدل دیتی ہے جو مزدوروں کو آلہ کار بنانے میں ان کے راستے میں حائل ہوتے ہیں یا ان سے سیاسی اختلاف رکھتے ہیں اس طرح وہ مزدوروں کو اپنے اقتدار اور سیاسی کشمکش کے لئے استعمال کرنا چاہتی ہے۔

خبروں سے ثابت ہے کہ مارنے والے اور اغوا کی کوشش کرنے والے دہشت گرد جماعت اسلامی اور اس کی ذیلی تنظیموں اسلامی جمعیت طلبہ، لیبر فیڈریشن اور پریم یونین حافظ سلمان بٹ گروپ سے تعلق رکھتے ہیں جب کہ عباس باوزیر بھی ان تنظیموں یا ان میں سے کم از کم دو تنظیموں سے متعلق رہ چکے تھے پھر یہ تشدد کہیں انحراف کی سزا کے طور پر تو نہیں تھا؟

سوال:۔ آپ کے خیال میں کیا جماعت اسلامی دہشت گرد جماعت ہے؟

جواب:۔ کیا اس واقعے کے بعد میرے لئے شک وشبہ کی گنجائش باقی رہتی ہے جب میں لاہور، پنڈی اور ملتان کے جلسوں سے خطاب کرنے گیا ہوں تو ان کے تھنڈر اسکواڈ مجھے ڈرانے کے لئے کلاشنکوف لئے کھڑے رہے اور راولپنڈی میں میرا جلسہ درہم برہم بھی کیا گیا۔

ریلوے کے مزدور اپنے مطالبات کی منظوری اور اپنے بچوں کے روزگار کے لئے ترستے رہے لیکن جماعت اسلامی ریلوے میں اپنے بندوں کو بھرتی کروا کر اور انہیں یونین کے

عہدے دار بنا کر مراعات دلواتی رہی اور ان کے ذریعے پاکستان بھر میں جماعت اسلامی کا کام کرواتی رہی کیا یہ واقعات اس بات کو سمجھنے کے لئے کافی نہیں کہ یہ نہ قانون کا احترام کرتے ہیں نہ مزدور مفاد چاہتے ہیں نہ جمہور کی مرضی کے قائل ہیں اور نہ ان کے جھوٹ میں اسلام حائل ہوتا ہے بس انہیں کچھ عزیز ہے تو وہ جماعت اسلامی ہے جس سے اختلاف کرنے والا قابل گردن زدنی قرار پاتا ہے۔

وہ فخر سے اپنی نجی محفلوں میں بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے رہنما کو اس طرح گولی ماری کہ ہم پر سات قتل کے مقدمات چلے ہیں لیکن ہم صاف نکل گئے۔

(ہفت روزہ احوال کراچی 27 دسمبر تا 2 جنوری 1991ء، ص ۲۵)

مدیر اعلیٰ "احوال" کے نام دہلی سے ایک خط

مکرمی!

السلام علیکم!

ہندوستان میں "جماعت اسلامی" کا کردار پاکستان سے بھی زیادہ منافقانہ ہے آپ نے سید مودودی کے بیٹے کا جو اہم خط شائع کیا ہے اس کا یہاں بہت چرچا ہے مگر ہندوستان کی جماعت اسلامی اس سے بھی دو ہاتھ آگے ہے جس کا ثبوت ملفوف تراشہ ہے۔

جماعت اسلامی (ہند) کے مشہور ادارے

INSTITUTE OF OBJECTIVE نے آج تک کوئی OBJECTIVE STUDY تو نہیں کی مگر پانچ درجن الٹرا ماڈرن لڑکیاں اس انسٹی ٹیوٹ میں کام کرتی ہیں اور یہ سب I.S.O جو جماعت اسلامی کی (طلبہ) طفل بچہ تنظیم ہے سے متعلق ہے۔ ان لڑکیوں کا احوال آپ ملفوف تراشے سے جان سکتے ہیں اور اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اب جب ہندوستان میں ایسی لڑکیاں جماعت اسلامی میں داخل ہو گئی ہیں تو ارباب جماعت کا کردار کیا ہوگا؟ ہندوستان میں انہیں کس نظر سے دیکھا جاتا ہوگا؟

ملفوف تراشہ مقتدر بیسویں صدی پبلیکیشنز کے کثیر الاشاعت ماہنامے "روبی" کی کٹنگ ہے۔ آپ خود صورت حال کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ دراصل یہ انسٹیٹیوٹ اب بالکل کاروباری انداز میں حسین لڑکیوں کو اپنے مفادات کے لئے استعمال کرتا ہے۔ یہ استعمال کیا اور کس طرح ہوگا یہ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ابھی اس انسٹیٹیوٹ نے پچاس کروڑ روپے کی جائیداد خریدی ہے اور یہ تمام پیسہ WHITE MONEY ہے۔ آخر یہ روپیہ کہاں سے آیا؟ یہ باز پرس ہونی چاہئے۔ میں تراشہ آپ کو بھیج رہا ہوں اگر آپ اس پر ایک مضمون شائع کریں تو آئندہ بھی اس سے کہیں زیادہ اہم مواد آپ کو بھیجوں گا۔ آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

نیاز مند

ایم۔اے انصاری

"روپ کنور"

میں روپ کنور، روپ کنور روپ کنور ہوں!
مر کے بھی ہوں زندہ!
ذہنوں کے اندھیروں میں
اخبار کے پنوں پر
انسان کے ماتھے پر
عبارت کی روایت کی سیاہی
میں روپ کنور، روپ کنور ہوں، روپ کنور ہوں!
دنیا میں فقط ایک یہ تہذیب ہے جس میں عورت کو جلانے کی ضرورت نہیں پڑتی!!

"تعارف"

میں ہوں سیما ملک!

1960ء میں مرادآباد میں آنکھیں کھولیں۔

1986ء میں انگریزی میں ایم۔اے پاس کیا۔

1987ء میں جواہر لال نہرو یونیورسٹی دہلی سے "ڈپلومہ ان ماس میڈیا" حاصل کیا۔اوراب "برنارڈ میلامود کا ڈکشن" موضوع پر انگریزی کی ریسرچ اسکالر ہوں اور ساتھ ہی جماعت اسلامی انسٹیٹیوٹ آف ادب جیکٹسو اسٹڈیز نظام الدین میں ریسرچ ایسوسی ایٹ کے فرائض بھی انجام دے رہی ہوں۔اردو شعروادب کی دلدادہ ہوں۔

پتہ:۔ سیما ملک روم نمبر 24 جامعہ ملیہ گرلس ہوسٹل اوکھلا روڈ نئی دہلی نمبر 25

(ہفت روزہ احوال کراچی 3 تا 9 جنوری 1991ء ص ۱۶)

نوٹ:۔ لڑکی سیما ملک کی تصویر بھی شائع ہوئی ہے۔

جماعت اسلامی پیر صاحب پگارا کی نظر میں

سوال:۔کیا موجودہ حکومت سے جماعت اسلامی نے فوائد حاصل کئے ہیں؟

جواب:۔ جماعت اسلامی کو کوئی فائدہ نہیں ہوا لیکن اس کے اکاؤنٹ میں اضافہ ہوا ہوگا۔جماعت اسلامی کی جانب سے حکومت کے خلاف تحریک چلانے کے بارے میں پیر پگارا نے کہا کہ سب سے پہلے جماعت اسلامی نے مارشل لاء اور صدر ضیاء الحق کو خوش آمدید کہا تھا۔

☆ نوجوان نسل کو بگاڑنے میں اہم کردار جماعت اسلامی ادا کر رہی ہے۔

☆ جماعت اسلامی والے مارشل لاء ہٹانے کی بات کر رہے ہیں جب کہ یہ تو ان کے گھر کی بات ہے۔انہیں چاہئے کہ گھر کے راز فاش نہ کریں۔کراچی میں جماعت اسلامی کا جلسہ یقیناً بڑا ہوا ہوگا۔لیکن جلسے سے کچھ نہیں ہوتا لوگ تو بندر کا تماشہ دیکھنے بھی جمع ہو جاتے ہیں۔وہ تو پھر اتنے بڑے آدمی کے ناموں کا جلسہ تھا ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ لوگ نہ آئیں اور وہ بھی کراچی جیسے بڑے شہر میں (روزنامہ جنگ 23 فروری 1986ء)

☆ شریعت بل کے نفاذ سے مودودی ازم کو فروغ ملے گا۔مودودی ازم ایک فرقہ ہے اور

ہر سمجھدار اور سچا مسلمان ایسی باتوں سے گریز کرے گا۔(7 جولائی 1986ء)

☆ جماعت اسلامی ایک غیر سیاسی جماعت ہے۔ہمارے اور صدر مملکت کے نظریات میں اختلاف ہے وہ غیر سیاسی ہیں ہم سیاسی ہیں۔ان کو تو جماعت اسلامی کے نظریات سوٹ کرتے ہیں۔(نوائے وقت 30 اگست 1985ء)

☆ مسلم لیگ مسلمانوں کی اسلامی جماعت ہے جب کہ "جماعت اسلامی" ایک عقیدے کی اسلامی جماعت کہلاتی ہے۔(3 اگست 1983ء کراچی)

☆ نشتر پارک کے جلسے میں میاں طفیل صاحب نے حکومت کی بالکل ٹھیک تعریف کی ہے کیوں کہ جماعت اسلامی کے لئے ایسی حکومت آج تک نہیں آئی۔اتنی سہولتیں اور مراعات کیا کبھی کسی حکومت میں جماعت اسلامی کو حاصل ہوئی تھیں۔گزشتہ ساڑھے آٹھ سال کے دوران انہوں نے جتنے مزے لوٹے ہیں،ان کا کبھی جماعت اسلامی والوں نے خواب بھی نہیں دیکھا تھا۔لیکن اب بریک لگنا شروع ہوگیا ہے۔(17 مارچ 1986ء)

پروفیسر غفور نے (جو میرے دوست ہیں) درخواست کی تھی کہ مودودیت کے بارے میں کچھ نہ کہا جائے ان کی درخواست پر میں نے مودودی ازم کی اصطلاح کو ختم کر کے "ماما ازم" کی اصطلاح کو اپنایا ہے۔حال ہی میں جماعت اسلامی سندھ کے امیر مولانا جان محمد عباسی نے جو بیان دیا ہے اس کے لئے یہ کہوں گا کہ یہ (جماعت) فوج کی مدد کیا کریں گے؟انہوں نے تو ڈاکوؤں کے خلاف کاروائی میں کبھی پولیس کی بھی مدد نہیں کی۔

(نوائے وقت 11 دسمبر 1986ء)(ماخوذ:باتیں پگارا کی مطبوعہ کراچی 1991ء)

پیر پگارا کا پتلا

1986ء میں جماعت اسلامی کے اسلامی ذہنیت رکھنے والے اراکین نے پاکستان مسلم لیگ کے سربراہ ملک کے نامور سیاستدان اور حروں کے روحانی پیشوا پیر صاحب پگارا کا پتلا جلایا۔جس کے نتیجے میں درج ذیل مذمتی بیانات جاری ہوئے۔

کراچی: مرکزی جمعیت المشائخ پاکستان کے مشیر اعلیٰ مسلم اتحاد تحریک کے سربراہ اور محبان اہل بیت وصحابہ کے سرپرست اعلیٰ پیر صاحب مانکی شریف نے پیر پگارا کا پتلا جلانے پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر اس طرح اکابرین کے پتلے جلائے جانے لگے تو کوئی بھی اس سے بچ نہیں سکے گا۔ انہوں نے کہا کہ ماضی میں متعدد ایسے مواقع آئے جب مولانا مودودی کا پتلا جلایا جاسکتا تھا لیکن جمعیت المشائخ نے ایسا نہیں کیا اور ہمیشہ صبر سے حالات پر قابو پایا۔

انہوں نے کہا کہ پیر پگارا کا پتلا جلانا تاریخ تصوف پر حملہ ہے جس سے تمام مشائخ کی توہین ہوئی ہے اور ایسا کرنے والے عوام کے احتساب سے بچ نہیں سکتے۔ انہوں نے کہا کہ ممبران اسمبلی خود شریعت بل پیش کر کے حکومت پر سبقت لے جانا چاہتے ہیں جب کہ حکومت کے پیش کردہ شریعت بل میں تمام دفعات اور نکات تفصیل سے موجود ہیں۔

(جنگ کراچی یکم اگست 1986ء)

لاہور: مجلس عمل علمائے اہلسنّت پاکستان کے صدر علامہ سید محمود احمد رضوی نے کہا ہے کہ پیر پگارا اس عظیم روحانی پیشوا کے چشم و چراغ ہیں جنھوں نے تحریک آزادی ہند میں سرگرمی سے حصہ لیا اور حق وصداقت کی حمایت کے لئے اپنی جان قربان کر دی۔ انھوں نے کہا کہ پیر صاحب ہرگز شریعت اسلامیہ کے منکر نہیں اگر انہوں نے کوئی ایسی بات کہی ہے تو شرافت کے ساتھ دلائل شرعیہ کی روشنی میں تنقید وتبصرہ ہوسکتا ہے۔ مگر چند کانگریسی ذہن رکھنے والے افراد نے شریعت بل کی آڑ میں ان کے پتلے جلا کر قادری سلسلہ کے مسلمانوں کی دل آزاری کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ پیر صاحب محب وطن مسلمان ہیں انہیں مرتد کہنے والے اپنے ایمان کی خیر منائیں۔

(روزنامہ جنگ ۹ جولائی 1986ء)

حیدرآباد: دارالعلوم احسن البرکات کے علماء کرام مولانا سید عظمت علی شاہ، علامہ صوفی رضا محمد عباسی، مولانا عبدالحفیظ برکاتی، علامہ احمد میاں برکاتی اور مولانا سید محمد علی رضوی نے ایک مشترکہ

بیان میں کہا ہے کہ سلسلہ قادریہ کے مشہور رہنما و بزرگ پیر صاحب پگارا کی شان میں شریعت بل کی آڑ لے کر گستاخی کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

انہوں نے کہا کہ کون نہیں جانتا کہ شریعت بل کی حمایت کرنے والے کون ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کل گاندھی کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پیر صاحب پگارا محب وطن پاکستانی ہیں اور ان کی اسلام اور پاکستان کے لئے دی جانے والی قربانیوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ لسانی ہنگاموں میں پیر صاحب پگارا کا کردار ایک تاریخی کردار تھا۔ (جنگ کراچی 14 جولائی 1986ء کالم ص6)

پیر پگارا کی پریس کانفرنس

گذشتہ دنوں کراچی میں بلدیاتی انتخابات کے حوالے سے جماعت اسلامی نے کافی سرگرمی دکھائی پیسہ پانی کی طرح بہایا۔ چنانچہ انتخابات میں کامیابی کے بعد لارڈ میئر کے امیدوار نعمت اللہ ایڈوکیٹ (امیر جماعت اسلامی کراچی) کی حمایت یا مخالفت کے بارے میں پیر صاحب کی اخباری نمائندوں سے پریس کانفرنس:۔

"درود وسلام پڑھنے والوں کو کامیاب بنایا جائے"

"جماعت اسلامی نے تعلیمی اداروں میں اسلحہ کی سیاست متعارف کرائی"

کراچی (نمائندہ قومی اخبار) فنکشنل مسلم لیگ کے سربراہ اور حروں کے روحانی پیشوا پیر صاحب پگارا نے کہا ہے کہ ایم کیو ایم، جماعت اسلامی کی وجہ سے پیدا ہوئی لیکن جماعت اسلامی ایم کیو ایم کا بدل نہیں ہوسکتی، انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی اور ایم کیو ایم کے دور کے بعد اب درود وسلام پڑھنے والے شہر کراچی کی خدمت کریں گے، یہ بات انھوں نے منگل کے روز اپنی رہائش گاہ "کنگری ہاؤس" میں ناظم اعلیٰ اور نائب ناظم اعلیٰ کے لیے غریب نواز پینل کی حمایت اور غریب نواز پینل کے امیدواران سمیت علماء کرام کے اعزاز میں دیئے گئے ظہرانے سے خطاب

کرتے ہوئے کہی اس موقع پر غریب نواز پینل کے سربراہ حاجی محمد حنیف طیب، بوستان علی ہوتی کے علاوہ علامہ سید شاہ تراب الحق قادری، نفیس صدیقی، مفتی ظفر علی نعمانی، عبدالرزاق خان، تحریک انصاف سندھ کے صدر سید پرویز علی شاہ، حاجی یونس بلوچ، شیخ سراج الدین، محمد سعید قریشی، اقبال میمن، اقبال ابوبکر سوریا، قاری رضا المصطفیٰ اعظمی، پیر اکبر علی شاہ، طارق محبوب، محمد حسین لاکھانی، الحاج رفیع اور قاضی شبیر سمیت دیگر بھی موجود تھے۔ پیر صاحب پگارا نے کہا کہ جماعت اسلامی سے ہمارا اختلاف ان کی ذات سے نہیں بلکہ ان کی پالیسیوں سے ہے جو انھیں عمل درآمد کرانے کے لیے دیا جاتا ہے۔ ہمارا اختلاف ان کے تھنڈر اسکواڈ سے بھی ہے جس نے تعلیمی اداروں میں اسلحہ کی سیاست متعارف کرائی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج لوگ گھر سے نکلتے ہیں تو کلمہ شہادت پڑھتے ہیں اور شام کو جب خیریت سے گھر پہنچتے ہیں تو خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قاضی حسین احمد اور جنرل پرویز مشرف ایک دوسرے کے لاڈلے نہیں ہوسکتے اس لئے یہ کہنا درست نہیں ہے کہ موجودہ حکومت کراچی کو جماعت اسلامی کے حوالے کردے گی۔ انھوں نے کہا کہ جنرل پرویز جہاد کو کم کرنا چاہتے ہیں انھوں نے کہا کہ کراچی ایک مرتبہ پھر جماعت اسلامی کے قبضے میں چلا گیا تو یہاں صرف دنگا فساد ہوتا رہے گا کوئی اور کام نہیں ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ 2 اگست 2001ء کو باری تعالیٰ کس کو فیضیاب کرتا ہے میں تو اس فورمین کی مانند ہوں جو خود کچھ نہیں کرتا دوسروں کو کرتا دیکھتا رہتا ہے اور ان کی نگرانی کرتا ہے اس موقع پر حاجی حنیف طیب اور بوستان علی ہوتی نے اپنے خطاب میں پیر صاحب پگارا کی جانب سے اپنی حمایت پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ (روزنامہ قومی اخبار کراچی ص ا، یکم اگست 2001ء)

☆ کراچی جماعت اسلامی کے قبضے میں آ گیا تو پھر دنگے فساد شروع ہوجائیں گے۔ (پیر پگارا صاحب)

☆ درود و سلام پڑھنے والوں کو کامیاب بنایا جائے۔

☆ اہل کراچی جماعت اسلامی اور متحدہ کو آزمانے کے بعد اب درود و سلام پڑھنے والوں

کو بھی ضرور آزمائیں۔

☆ انھوں نے کہا کہ مجھے شہری انتخابات میں کسی بھی قسم کی دلچسپی لینے کا کوئی حق نہیں ہے مگر معاملہ درود و سلام کا ہے۔

☆ انھوں نے کہا کہ مجھے جماعت اسلامی سے نہیں بلکہ اس کے خیالات و پروگراموں سے اتفاق نہیں۔ (روزنامہ آغاز کراچی ص ا" استقبالیہ سے خطاب، یکم اگست 2001ء)

کراچی (اسٹاف رپورٹر) جماعت اسلامی لوگوں کی نجی زندگی میں مداخلت کرتی ہے اس لیے ہم نے جماعت اسلامی کی حمایت نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ قاضی حسین احمد کنگری ہاؤس آئے تو ہم نے انہیں صاف بتادیا کہ ہم جماعت اسلامی کی حمایت نہیں کرسکتے ان خیالات کا اظہار فنکشنل مسلم لیگ کے سربراہ اور حروں کے روحانی پیشوا پیر پگارا نے کنگری ہاؤس میں غریب نواز پینل اور پیپلز پارٹی کی حمایت یافتہ جمہوری پینل کے درمیان اتحاد کے معاہدے پر دستخط کرنے کی تقریب کے موقع پر اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا۔

پیر پگارا نے کہا کہ کراچی کے بلدیاتی انتخابات میں جماعت اسلامی کی مخالفت کرنے کا فیصلہ اس لیے کیا گیا ہے تاکہ کراچی کے شہریوں کے بنیادی حقوق اور شہری آزادیوں کا تحفظ کیا جاسکے، انھوں نے کہا کہ موجودہ بلدیاتی نظام، زیادہ عرصے تک چلنے والا نہیں ہے کیونکہ صوبے حقوق مانگ رہے ہیں اور یہ نظام انہیں غلامی کی طرف لے جارہا ہے اس نظام سے وفاق کمزور ہورہا ہے اور ایک دن یہ نظام خود اپنے بنانے والوں کے گلے پڑ جائے گا اور جب بھی پارلیمنٹ بحال ہوئی یہ بلدیاتی نظام خود بخود ختم ہوجائے گا۔

پیر صاحب پگارا نے کہا کہ کراچی میں میرے ووٹ نہیں ہیں میں نے درود و سلام والوں کو اتحاد کا مشورہ دیا جس میں خود بخود برکت ہونا شروع ہوگئی۔ جماعت اسلامی والے درود و سلام والوں کو ایک لمحے کے لیے برداشت کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ انھوں نے کہا کہ تعلیمی اداروں میں لٹھ بردار فورس بنانے والے شہر میں امن قائم نہیں کرسکتے۔

پیر پگارا نے اپنے مخصوص انداز میں کہا کہ لٹھ بردار فورس کو کسی دن یہ اطلاع مل گئی کہ میرے ہاں "چھپن چھری" آئی ہوئی ہے تو وہ سب سے پہلے گھر کے باہر کھڑی ہوئی تمام گاڑیوں کے شیشے توڑ دیں گے اور پھر گھر میں دھاوا بول دیا جائے گا۔ انھوں نے کہا کہ گھر کی چہار دیواری کے اندر ہمیں بے ہودہ بننے کا پورا حق حاصل ہے اور ہم ذات الٰہی کے علاوہ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہیں اگر ہم کسی قسم کی بے ہودگی کا مظاہرہ سڑک پر نکل کر کریں گے تو پھر پڑوسی اور سرکار دونوں کے جواب دہ ہوں گے۔ کنگری ہاؤس میں ہونے والی اس تاریخی تقریب سے صاحبزادہ فضل کریم، حاجی حنیف طیب، نثار کھوڑو، ممنون حسین، تاج حیدر اور فاروق بنگش نے خطاب کیا جبکہ اس موقع پر شاہ محمد شاہ، مشاہد اللہ خان، جمشید احمد خان، شبیر قاضی، الحاج محمد رفیع، سید حفیظ الدین ایڈوکیٹ، سلیم ضیاء، یونس ماما اور دیگر بھی موجود تھے۔

(روزنامہ قومی اخبار کراچی ص ا، 7 اگست 2001ء)

سٹی گورنمنٹ جماعت اسلامی کیا کر رہی ہے

کراچی (نمائندہ قومی اخبار) مسلم لیگ سندھ ہم خیال گروپ کے جنرل سیکریٹری کیپٹن حلیم صدیقی نے کہا: ہمیں اپنے حامی کونسلروں کے ذریعے مسلسل یہ شکایات مل رہی ہیں کہ جماعت اسلامی نے سٹی گورنمنٹ سیکریٹریٹ (سابقہ کے ایم سی ہیڈ آفس) میں اپنا دفتر کھول لیا ہے اور الخدمت گروپ کے ناظمین نے سٹی گورنمنٹ سیکریٹریٹ کے دفاتر پر قبضہ جمالیا ہے۔ یہ بات انہوں نے مسلم لیگی رہنما بیگم راحت جاوید کی جانب سے سٹی کونسل کی خواتین کونسلروں کے اعزاز میں دیئے گئے استقبالیہ سے خطاب اور نمائندہ قومی اخبار سے گفتگو کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا: الخدمت گروپ کے ناظمین اور کونسلروں کی جانب سے صرف اپنی جماعت سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے کام کرنے کے باعث دوسروں گروپوں کے لوگ اور عوام کو شدید دشواریاں پیش آ رہی ہیں۔

حلیم صدیقی نے کہا: ناظم کراچی نعمت اللہ خان کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ انہوں نے مسلم لیگ ہم خیال

گروپ کے ہمراہ مشترکہ الیکشن میں حصہ لیا تھا اب انہیں تنہا پرواز کرنا زیب نہیں دیتا۔ حلیم صدیقی نے کہا: کراچی میں جماعت اسلامی اور مسلم لیگ ہم خیال کا سٹی گورنمنٹ کے لئے اتحاد پھر خطرہ سے دوچار ہو گیا ہے۔ جماعت اسلامی سے انتخابی تعاون کیا تھا مگر اب سٹی گورنمنٹ صرف جماعت اسلامی کے کونسلروں کے کام کر رہی ہے۔

(روزنامہ قومی اخبار کراچی ص ا، 17 جنوری 2002ء)

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

اجمل قادری نے کہا: جماعت اسلامی نے کھالوں کے ساڑھے سات کروڑ سیاست پر خرچ کئے۔

(روزنامہ خبریں ۲۲ نومبر 2000ء)

ابوالاعلیٰ مودودی کے بیٹے فاروق مودودی نے کہا: امیر جماعت جوانی میں ذہنی امراض کے اسپتال میں رہ چکے ہیں۔ قاضی حسین احمد سے معقول رویہ کی توقع فضول ہے۔ جماعت اسلامی کو سوچنا چاہئے وہ کس کے مقاصد کی تکمیل کر رہے ہیں، ان کی اس روش سے ملک اور اسلام کو کیا فائدہ ہوگا۔

(روزنامہ خبریں یکم اکتوبر 2000ء)

انہوں نے کہا: جماعت اسلامی فائسٹ بن چکی ہیں، قاضی نے کشمیر کا سودا کر لیا۔

(روزنامہ خبریں ۲۷ اگست 2000ء)

اکرم اعوان نے کہا: جشن دیوبند فراڈ تھا، مقصد وزارتیں لینا ہے۔

(روزنامہ خبریں 16 اپریل 2001ء)

جمعیت علماء اسلام (ق) کے سربراہ اجمل قادری کا دعویٰ: فضل الرحمٰن امریکہ کا بہت بڑا ایجنٹ ہے۔ بیک وقت کئی لابیوں اور ایجنسیوں کے لیے کام کر رہا ہے۔ دیوبند کانفرنس کے لیے آئی ایس آئی نے 10 کروڑ روپے دیئے۔

(روزنامہ خبریں سن ڈے میگزین 20 مئی 2001ء)

(بحوالہ 18 سالانہ مجلہ یوم خطیب پاکستان ص 41 مطبوعہ گلزار حبیب سولجر بازار، کراچی)

ملک دشمن عناصر

جماعت اسلامی کے بانی مودودی کے بیٹے فاروق مودودی فرماتے ہیں: جماعت اسلامی فوج اور حساس اداروں کی تنخواہ دار ایجنٹ ہے فوج کیخلاف بیانات کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مہنگائی بڑھ گئی ہے معاوضہ بڑھاؤ۔ (روزنامہ امن 22 مارچ 2001ء)

مزید کہا: میاں طفیل کے دور میں امریکی ڈالرز اور اسلحہ کے ذریعے جہاد افغانستان شروع کیا تھا۔ (ایضاً)

جماعت اسلامی نے اسلام آباد میں قرطبہ کے مقام پر تین روزہ مذہبی اجتماع کا اہتمام کیا جس میں امریکی سفیر اسٹیج پر جلوہ افروز رہے اور لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے رہے۔

جماعت اسلامی کے پشاور مرکز پر چھاپہ 70 ڈائنا مائیٹ اور سینکڑوں گولیاں اور کارتوس برآمد ہوئے۔ ڈائنامائیٹ سے زبردست تباہی پھیلائی جاسکتی تھی کیونکہ ان میں جو پاؤڈر استعمال ہوا تھا وہ ٹی اینڈ ٹی کی بارودی سرنگوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(روزنامہ جنگ کراچی 26 اکتوبر 1996ء)

اسرائیل کو تسلیم کرنے کی تیاری، مولانا اجمل دیوبندی کا خفیہ دورہ۔ وہ قدرت اللہ شہاب کے بعد اسرائیل کا دورہ کرنے والے دوسرے پاکستانی ہیں۔

(روزنامہ قومی اخبار کراچی 25 اگست 1997ء)

(بحوالہ مضمون جہاد یا فساد شمولہ ماہنامہ سنی ترجمان کراچی رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ)

جماعت اسلامی اور جہاد کشمیر

مقبوضہ کشمیر میں سرگرم حریت پسند گروپ المصطفیٰ البریشن فائٹرز کے ایریا کمانڈر جی اے راتھر گذشتہ دنوں انجمن طلباء اسلام مظفر آباد راولا کوٹ کے زیر انتظام تربیتی نشستوں سے خطاب کے لئے تشریف لائے۔ انھوں نے ایک انٹرویو میں کہا:

س:۔ کیا آپ جماعت اسلامی کے کردار سے مطمئن ہیں؟

ج:۔ جماعت اسلامی کا اثر مقبوضہ ریاست جموں وکشمیر میں بہت کم ہے۔ کیوں کہ 1947ء میں جماعت اسلامی کے فکری راہنما مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے جہاد کشمیر کے خلاف فتویٰ دیا تھا۔ تحریک آزادئ کشمیر میں جماعت اسلامی کا کام اب پروپیگنڈہ اور زیادہ تر کریڈٹ کیش کروانے تک محدود ہے۔ جماعت اسلامی نے کام تو تھوڑا کیا لیکن رخنہ اندازی زیادہ کی۔ موجودہ تحریک آزادی کی سب سے بڑی تنظیم لبریشن فرنٹ پر کفر کے فتوے لگائے جب کہ اس وقت باہمی تعاون اور یگانگت کا ماحول درکار ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں عوام کی اکثریت جماعت اسلامی سے نفرت کرتی ہے۔ (نوائے انجمن لاہور جولائی سن 1990ء ص 29)

ذوالقرنین خان (ریٹائرڈ ایس پی) بتاتے ہیں: مولانا مودودی صاحب میرے حکم کے تحت سیفٹی ایکٹ میں گرفتار ہوئے تھے۔ ان کی نظر بندی کو ہائی کورٹ میں چیلنج کیا گیا۔ درخواست اس وقت کے چیف جج میاں عبدالرشید صاحب کے سامنے پیش ہوئی اور مجھے عدالت میں طلب کر لیا گیا میں نے اپنے بیان میں وہی کچھ کہا جو سچ تھا...... مولانا مودودی پشاور تشریف لے گئے تھے اور فلاں مسجد میں جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ کسی نے سوال کر دیا کہ کشمیر کی لڑائی جہاد ہے یا نہیں؟ مولانا نے جواب دیا کہ کشمیر کی لڑائی جہاد نہیں ہے۔

مولانا کے اس فتویٰ کا نتیجہ یہ ہوا کہ سری نگر کا ریڈیو ہر روز شام کو اپنی پروپیگنڈہ مہم میں نشر کر رہا تھا کہ پاکستان کے سب سے بڑے عالم دین کا فتویٰ یہ ہے کہ کشمیر کی لڑائی جہاد نہیں ہے اور جو پاکستانی اس لڑائی میں مارے جارہے ہیں وہ شہید نہیں بلکہ کتے کی موت مر رہے ہیں۔ میں نے مزید بتایا کہ مولانا سے ان کے عقیدت مندوں نے پوچھا ہے کہ حکومت پاکستان اپنے ملازمین سے حلفِ وفاداری مانگ رہی ہے لہٰذا ہمیں حلف وفاداری اٹھانا چاہئے یا نہیں؟ مولانا نے جواب دیا کہ! جب تک پاکستان کا آئین اسلامی نہیں ہو جاتا اور اس کا نفاذ نہیں ہوتا اس وقت تک حلفِ وفاداری نہ اٹھایا جائے۔ پھر مولانا سے ان کے عقیدت مندوں نے پوچھا ہے کہ

پاکستان کی فوج میں بھرتی ہونا چاہئے یا نہیں؟ مولانا نے جواب دیا جب تک پاکستان کا آئین اسلامی نہیں ہو جاتا اور اس کا نفاذ نہیں ہو جاتا پاکستان کی فوج میں بھی بھرتی نہیں ہونا چاہئے۔

یہ سن کر چیف جج صاحب وکیل صفائی سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: محمود علی (وکیل صفائی) دشمن تو دروازے پر دستک دے رہا ہے اور تم کہتے ہو کہ فوج میں بھرتی نہ ہو۔ وکیل صفائی نے مجھ پر کوئی جرح نہ کی اور عدالت نے درخواست خارج کر دی۔ میرے بیان کے ثبوت میں دستاویزات اور خطوط موجود ہیں یہ سب کچھ ہائی کورٹ کے ریکارڈ میں آج بھی محفوظ ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت 29 مئی 1978ء ایضاً)

جہاد کشمیر حرام ہے مولانا مودودی کا فتویٰ عکس کے ساتھ

(ہفت روزہ اخلاق جنگ کراچی شمارہ 13-14)

اسلامی جمعیت طلبہ کے جوان جہاد افغانستان میں حصہ نہ لیں مولانا مودودی صاحب کا فتویٰ (ایضاً)

جماعت اسلامی اپنے کردار کے آئینے میں

ہفت روزہ شہاب لاہور کے ایک شمارے میں جماعت اسلامی پاکستان کے محکمہ نشر و اشاعت کے سربراہ مسٹر نعیم صدیقی کی ایک تقریر کا اقتباس شائع ہوا ہے۔ موصوف ارشاد فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے ہم جیسے ناچیز اور کوتاہ کار لوگوں کو اس دور اور اس زمانے میں اپنے دین کی خدمت اور اس کی علمبرداری کے لئے منتخب فرما لیا ہے۔ قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ انبیاء کو فرمالیتا ہے اسی طرح کچھ لوگوں کو اپنے خاص کام کے لئے چھانٹ لیتا ہے اور ان کے لئے کوئی سعادت مقرر فرما دیتا ہے۔

(شہاب 3 دسمبر 1966ء)

اب ان چھنٹے ہوئے سعادت مندوں کا کردار ملاحظہ فرمائیے۔ اسی شہاب لاہور کے تازہ شمارہ میں حاجی سردار محمد سکریٹری سستا دواخانہ کرشن نگر لاہور کا ایک بیان شائع ہوا ہے۔ ذیل

میں اس کا متن پڑھیے:

" گذشتہ عید قرباں کے موقعہ پر سستا دواخانہ کرشن نگر لاہور کے لئے گزشتہ برسوں کی طرح قربانی کی کھالیں جمع کی گئیں اور انھیں فروخت کرنے کے لئے اکبری منڈی لے جایا گیا۔

جماعت اسلامی کے ایک ممتاز کارکن نے جو ہمارے ساتھ گئے تھے کہا کہ کھالوں کو اگر جماعت اسلامی کے اسٹاک میں جمع کر دو تو رقم زیادہ وصول ہوگی۔ ہم نے اعتماد کرتے ہوئے ایسا ہی کیا۔ لیکن وہ کئی روز تک کہتے رہے کہ کھالیں ابھی تک نہیں بکیں۔ پھر پوچھا تو کہنے لگے "میں نے رقم کو بینک میں جمع کرا دیا ہے۔ چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ اپنے نام پر ایک نیا شفاخانہ سنت نگر میں انھوں نے کھول لیا ہے۔ (شہاب لاہور 15 جنوری 1967ء) یہ ہے کردار اس جماعت کا جسے دنیا کے نوے کروڑ مسلمانوں میں سے خدا نے اپنے خاص کام کے لئے چن لیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جماعتوں کو اپنی منقبت خوانی اور قصائد کی تصنیف سے نہیں روکا جا سکتا لیکن جماعت اسلامی کے سربراہوں سے میں اتنی گزارش ضرور کروں گا کہ اس دور پرفتن میں "الہام" کی راہ سے اسلام کو جتنا نقصان پہنچایا گیا ہے وہی بہت ہے۔ اب از راہ کرم مسلم معاشرہ میں کسی نئے "مرزا" کے لئے راہ ہموار مت کیجئے۔

(جام نور کلکتہ انڈیا، کالم تعزیرات قلم)

منصورہ برانڈ "اسلام"

جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی کے نامور فرزند فاروق حیدر مودودی ایک انٹرویو میں یوں انکشاف فرماتے ہیں:

آج کے دور کی جماعت اسلامی صاحب ثروت یعنی دنیاوی حیثیت رکھنے والوں کی جماعت اسلامی ہے۔ اب جماعت اسلامی میں تقویٰ یا اصول دیکھنے کی بجائے آپ کی جیب دیکھی جاتی ہے۔ دراصل یہ اختلافات ضیاء دور مارشل لاء سے شروع ہوئے ہم یہ کہتے تھے کہ جماعت اسلامی کے قائدین کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ جنرل ضیاء یا کسی دوسرے جنرل پر ایمان لے

آئیں مگر میاں طفیل نے جھٹ سے جنرل ضیاء پر اپنا ایمان ظاہر کر دیا اور یوں ملوکیت کا سفر طویل تر ہوتا چلا گیا ویسے بھی اگر ملوکیت حق پر ہوتی تو امام حسین کو کیا ضرورت تھی کہ یزیدی لشکر کے سامنے اپنے اہل خانہ کو لاتے۔

کبھی یہ لوگ جنرل ضیاء اور کبھی نواز شریف کے حاشیہ بردار بن جاتے ہیں اور پھر جماعت اسلامی کا اپنا کوئی مسلک نہیں۔ پروفیسر غفور درگاہوں پر چادریں بھی چڑھاتے ہیں اور بیٹی کی شادی کی تصویر اخبارات کی زینت بھی بنی۔ جب کہ پروفیسر خورشید کی بیوی مینا بازار کا افتتاح کرتے ہوئے اخباروں میں چھپتی دکھائی دیتی ہیں۔

اس وقت جب تحریک پاکستان چل رہی تھی جماعت اسلامی کی کوئی شناخت نہ تھی اور پھر مولانا مودودی نے تو قیام پاکستان کی اور محمد علی جناح کی مخالفت کی تھی کیوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ پاکستان بننے سے برصغیر پاک و ہند کے مسائل کا حل نہیں۔

جماعت اسلامی کے تنظیمی معاملات کو چلانے کے لئے فنڈ کہاں سے آتے ہیں؟
جواب میں فرمایا: بات یہ ہے کہ یہ "من وسلویٰ" ہے۔

قاضی حسین احمد صاحب جذباتی آدمی ہیں وہ کبھی جہاد افغانستان میں مصروف ہو جاتے ہیں اور کبھی کشمیر کے معاملات میں ٹانگ اڑانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ نتائج اور حالات سے باخبر نہیں ہوتے۔ قاضی صاحب SINGAL TRACK آدمی ہیں انہیں جس طرف لگایا جائے وہ لگ جاتے ہیں۔

جیسا "اسلام" جماعت اسلامی والے لانا چاہتے ہیں اس سے تو بہتر ہے کہ آدمی غیر مسلم ہی رہے۔ اسوۂ حسنہ کو نہ پڑھا ہوتا تو جماعت والوں کا اسلام دیکھ کر کب کا غیر مسلم ہو گیا ہوتا کیوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ہاں منافقت پر مبنی رویوں اور "منصورہ برانڈ اسلام" کی کوئی گنجائش نہیں لوگ اسے یکسر مسترد کر چکے ہیں۔ (ہفت روزہ احوال 23 تا 29 اگست 1990ء ص 21)

جماعت اسلامی کی نوراکُشتی

از۔م۔س۔اشرفی

یہی جماعت اسلامی ہے جو پاکستان بننے سے پہلے پاکستان کی سب سے زیادہ مخالف تھی اور کانگریسی اور ہندو لیڈروں کی صدارت میں جلسوں سے اس کے لیڈر پاکستان اور مسلمانوں کے خلاف تقاریر کیا کرتے تھے۔

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ 1977ء کی تحریک خالص اسلامی نظام کے قیام کے لئے چلائی گئی تھی اور اس تحریک کے نتیجہ میں جنرل ضیاء الحق نے بھٹو کا تختہ الٹ کر اقتدار پر قبضہ جما لیا۔ قومی اتحاد نے یہ تحریک جنرل ضیاء الحق کے لئے نہیں بلکہ اسلامی نظام کے لئے چلائی تھی اور عوام نے اسی لئے قربانیاں دی تھی لیکن جوں ہی جنرل ضیاء الحق نے اقتدار پر قبضہ جما لیا۔ فوراً ہی جماعت اسلامی اور ان کے نظریات سے وابستہ لوگوں نے ضیاء الحق کی حکومت میں شمولیت اختیار کر لی۔

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی اور دوسرے قائدین جو قومی اتحاد کی تحریک کا ہراول دستہ تھے انھوں نے اس کی مخالفت کی مگر جماعت اسلامی نے حکومت میں شامل ہو کر "پاکستان قومی اتحاد" کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اگر یہ جماعت ایسا نہ کرتی تو اس ملک کی قسمت ہی بدل جاتی اور اسلامی نظام جنرل ضیاء الحق کو ہر صورت میں نافذ کرنا ہی پڑتا۔ لیکن افسوس منافقین کے ٹولے کو ایک منافق صدر مل گیا جو اسلام کے نام پر اپنا اقتدار مضبوط کرتا گیا۔ لیکن اسلام کا نفاذ ملک میں نہ کیا۔

اب جماعت اسلامی کہہ رہی ہے کہ ہم نے شریعت کے نفاذ کی خاطر وزارتیں نہیں لیں حالانکہ بات یہ نہیں ہے بلکہ ان کو وزارتیں ملی نہیں یہ وزارتیں لینے تو گئے تھے لیکن انہیں اپنی من پسند وزارتیں یعنی خارجہ داخلہ وغیرہ نہیں دی گئیں اور جب ان کو یہ وزارتیں نہیں دی گئیں تو یہ نعرہ لگایا گیا کہ ہم نے شریعت کے نفاذ کے لئے وزارتوں کو ٹھوکر ماردی ہے۔ جماعت اسلامی نے اب حکومت سے شریعت بل پر نوراکشتی شروع کر دی ہے اگر واقعی یہ جماعت شریعت کے لئے مخلص ہے تو نوراکشتی کرنے کے بجائے کھلے عام اتحاد سے مطالبہ کرے اور مقررہ وقت دیں اگر مقررہ

وقت پر حکومت شریعت نافذ نہ کرے تو اس جماعت کو اتحاد سے اور اسمبلی سے فوراً مستعفی ہو جانا چاہئے۔ کیوں کہ اسلام اور شریعت کی خاطر ایسے اتحاد اور اسمبلی کی رکنیت کی کوئی حیثیت نہیں ہے جس کی خاطر یہ اتحاد اور اسمبلی میں گئے تھے قربانی دینی چاہئے لیکن ہمیں یقین ہے کہ یہ منافق جماعت ایسا ہرگز نہیں کرے گی اس لئے کہ یہ اسلامی نظام کے لئے خود بھی مخلص نہیں ہے۔

کراچی میں تقریباً دو مرتبہ بلدیہ کے اندر میئر شپ کا عہدہ انہی (جماعت اسلامی) کے پاس تھا اور ان آٹھ سالوں میں بلدیہ کا کروڑوں روپے کا بجٹ کیا کراچی کے لئے استعمال ہوا؟ واقعی ہوتا تو کراچی آج اتنے مصائب اور مشکلات کا شکار نہیں ہوتا اور نہ ہی ایم کیو ایم کا قیام ہوتا۔ انھیں مسائل اور مشکلات کی وجہ سے عوام نے ایم کیو ایم کا سہارا لیا۔ جوان آٹھ سالوں میں کم ہونے کے بجائے بڑھتے ہی گئے۔

(ہفت روزہ احوال کراچی 27 دسمبر 1990ء تا 2 جنوری 1991ء ص ۳۳)

تحریک آزادی کشمیر میں جماعت اسلامی کا حقیقی کردار

جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کے سیاسی شعبہ کے قائد جناب زاہد امین کاشف ایڈووکیٹ نے ایک تفصیلی انٹرویو میں جماعت اسلامی سے متعلق اہم انکشاف فرمایا ہے:

ساحل: تحریک آزادی کشمیر میں جماعت اسلامی کا عملی کردار اور حقیقی کردار کیا ہے؟

زاہد کاشف:۔ میں مخالفت برائے مخالفت میں یہ بھی نہیں کہوں گا کہ موجودہ تحریک آزادیٔ کشمیر میں جماعت اسلامی کا کوئی رول نہیں۔ جماعت اسلامی کا بھی ایک رول ہے اس رول کا تحریک کو نقصان ہو رہا ہے یا فائدہ یہ ایک الگ بحث ہے۔ "حزب المجاہدین" جماعت اسلامی کا عسکری ونگ ہے جس کو پاکستان کے علاوہ متعدد اسلامی ملکوں سے امداد ملتی ہے.......... یہ بڑی ستم ظریفی ہے کہ ایک طرف تو جماعت اسلامی غاصب ہندو افواج سے لڑ رہی ہے تو دوسری جانب وہ مقبوضہ کشمیر کو پنجاب یونیورسٹی بنانے پر تلی ہوئی ہے۔ جماعت اسلامی مقبوضہ کشمیر میں اپنی مکمل بالادستی کے چکر میں ہے اور اسی چکر میں تحریک آزادی کشمیر کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ جہاد افغانستان کا حال

ہمارے سامنے ہے وہاں پر مشہور گوریلا کمانڈر احمد شاہ مسعود کا جماعت اسلامی نے جو حشر کیا وہ کبھی بھلایا نہیں جا سکتا۔ گذشتہ دنوں شیخ جمیل الرحمٰن کا قتل بھی اس سلسلہ کی کڑی ہے۔ کیا یہ سب کچھ اسلام کی بالادستی کے لئے ہو رہا ہے یا پھر جماعت اسلامی کی بالادستی کے لئے۔۔ جے کے ایل ایف کے قائم مقام کمانڈر انچیف جاوید احمد میر کے ساتھ جماعت اسلامی وہی حشر کرنا چاہتی ہے جو احمد شاہ مسعود کے ساتھ ہوا۔ بلکہ حالات یہاں تک بھی پہنچے ہیں کہ ہمارے ساتھیوں کو جماعت اسلامی کے لوگوں نے شہید کر ڈالا۔ امر واقعی ہے کہ جس طرح افغانستان کے اندر جماعت اسلامی کے مخصوص رول اور تعصب سے جہاد افغانستان کو نقصان پہنچا ہے یہی حال کشمیر کا ہے۔ کشمیریوں کی اکثریت جماعت اسلامی کے مخصوص وسیاسی افکار کی مخالف ہے۔

(ماہنامہ ساحل کراچی دسمبر سن 1991ء ص 23)

خمینی مودودی بھائی بھائی

تہران (ایران) کے انقلاب ہوٹل میں 4 جون کو شام 6 بجے امام خمینی کی خدمات کے سلسلہ میں (دوسری برسی کے موقعہ پر) ایک سیمینار برپا کیا گیا۔ جس میں زیادہ تعداد میں پاکستانی مقررین کو اظہار خیال کا موقع دیا گیا۔

اس سیمینار کی اہم ترین تقریر جماعت اسلامی پاکستان کے مرکزی سیکریٹری جنرل چودھری محمد اسلم سلیمی کی تھی۔ انھوں نے اپنے خطاب میں سامعین کو حیران کر دیا جب انھوں نے برملا کہا۔ "امام خمینی اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی فکر اور نظریات ایک جیسے تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ امام خمینی کامیاب ہو گئے اور مودودی کا مشن ابھی جاری ہے۔

انھوں نے مزید انکشاف کیا کہ خمینی، مودودی ملاقات 1965ء میں ہوئی تھی اس لئے امام خمینی کے ساتھ ہمارا تعلق دیرینہ ہے اسی طرح 1985ء میں سید آغا علی خامنہ ای نے جماعت اسلامی کو خط لکھا کہ مولانا مودودی کی بعض کتابوں کی اشاعت کی اجازت دی جائے انھوں نے کہا کہ علماء حق پر شاہ ایران نے جو ظلم کئے ہیں اس پر ہمیں دکھ اور افسوس ہے۔

انھوں نے کہا کہ جب امام خمینی کا انتقال ہوا تو میں نے خانہ فرہنگ ایران کے کوئٹہ سینٹر میں تعزیتی بیان میں لکھا کہ خمینی محض شیعوں کے نہیں بلکہ ہمارے (مودودیوں کے) بھی پیشوا تھے۔اس لئے ان کے انتقال کی تعزیت مجھ سے بھی کی جائے اور میں بھی اس تعزیت کا مستحق ہوں۔(ماہنامہ ساحل جولائی سن 1991ء ص 27)

مسلمان ایرانی انقلاب کو کامیاب کرنے کے لیے اپنی ساری توانائیاں صرف کریں

کچھ غیر شیعی افراد بھی خمینی تحریک کو اسلامی تحریک اور ایرانی نظام حکومت کو اسلامی گردان رہے ہیں۔ان میں سے پاک و ہند کی مودودی جماعت کے ترجمان جناب اسعد گیلانی کا بیان پڑھئے۔

دنیا کے مسلمانوں پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس (ایرانی) انقلاب کو کامیاب کرنے کے لیے اپنی ساری توانائیاں صرف کریں۔ناکامی کی صورت میں کوئی شخص دنیا کو یہ کہہ کر مطمئن نہیں کر سکے گا کہ یہ تو شیعہ انقلاب تھا اسلامی انقلاب نہیں تھا دنیا نہ ان کے انقلاب کو شیعہ انقلاب تسلیم کرتی ہے اور نہ دوسرے کسی انقلاب کو سُنّی انقلاب تسلیم کرے گی یہ تو مسلمانوں کے گھر کی تفریقات ہیں۔کافر دنیا تو صرف اسلام کو جانتی ہے وہ یہ ناکامی اسلام کے کھاتے میں ڈال کر اپنی گمراہی پر اور زیادہ مطمئن ہو جائے گی اور یہ اسلامی دنیا کا بہت بڑا نقصان ہوگا۔

(سفرنامہ ایران، سید اسعد گیلانی، مطبوعہ لاہور، ص ۲۲۵)

"میاں طفیل محمد اور اسلامی تحریکوں کے نمائندوں نے تہران میں آقائے خمینی کی امامت میں نماز ادا کی۔انہوں نے کہا آقائے خمینی دنیا کے مسلمانوں کے رہنما ہیں۔"

(نوائے وقت، راولپنڈی ۲۵ مارچ ۱۹۷۹ء)

جناب مودودی شیعوں کی معتمد علیہ

مولانا مودودی صاحب کی کتاب "خلافت و ملوکیت" وہ نادر تصنیف ہے جس نے احترام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قلعہ شامخ میں شگاف ڈال دیا ہے۔اور حد یہ ہے کہ فرقۂ شیعہ اس کتاب کو اہانتِ صحابہ کے لئے بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ایک شیعی اخبار لکھتا ہے:

"ہاں شیعہ، صحابہ کو تنقید سے بالاتر نہیں سمجھتے، اور بوقت ضرورت ان پر بحوالۂ قرآن، حدیث و تاریخ تنقید کرتے ہیں ملحوظ رہے کہ برادران اہلسنّت کے نزدیک بھی صحابہ کرام تنقید سے بالاتر نہیں ہیں۔چنانچہ موجودہ دور کے جید سنی عالم مولانا مودودی مرحوم نے اپنی کتاب "خلافت و ملوکیت" میں جابجا صحابہ پر تنقید فرمائی ہے اور یہ کتاب آج بھی کھلے بندوں بازار میں فروخت ہو رہی ہے۔(ہفت روزہ رضا کار، لاہور)

خمینی مودودی تعلقات

ایران شیعی حکومت کے ناظم الامور محمد گنجی دوست لکھتے ہیں:

"سولہ (۱۶) سالہ قبل علامہ آیت اللہ خمینی نے شاہ کے خلاف آواز بلند کی تو مولانا مودودی وہ واحد شخصیت تھے جو خمینی کے پیغام کو سمجھے۔

(نوائے وقت، راولپنڈی، ۲۰ نومبر 1979ء)

مودودی صاحب کو ایران کے شیعی انقلاب سے ایسا گہرا تعلق تھا کہ اس کے لئے دعا بھی کرتے تھے۔۲۰ جنوری ۱۹۷۹ء کو آیت اللہ خمینی نے مودودی صاحب کے پاس ایک وفد بھیجا تھا۔مودودی صاحب نے اس موقع پر بھی ایران اور شہدائے ایران کے حق میں دعا کی تھی جس کی تصویر جسارت کراچی میں چھپی تھی۔

ایرانی رہنما جناب خمینی صاحب اور جناب ابوالاعلیٰ مودودی بانی جماعت اسلامی کے

درمیان تعلقات کا اندازہ لگائیے پاکستان شیعہ لیڈر ریٹائرڈ کرنل غفار مہدی لکھتا ہے:

نشاۃ ثانیہ کے عظیم مجاہد آیت اللہ خمینی، مولانا مودودی کو بہت عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ بحیثیت اسلامی مفکر کے سید مودودی ایران میں پاکستان کی نسبت زیادہ بلند مقام رکھتے ہیں"۔(جسارت کراچی مولانا مودودی نمبر ص ۱۱۵)

مودودی صاحب کی موت پر لاہور کے ہفت روزہ اخبار "شیعہ" نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے مودودی صاحب کی شیعہ نوازی کا کھلا اعتراف کیا ہے:

"مرحوم اپنا مخصوص عقیدہ رکھنے کے باوجود ایک صلح کل انسان تھے اور حق بات کہنے میں ذرا بھی نہ جھجکتے تھے۔ ان کی تصنیف خلافت وملوکیت ہمیشہ یادگار رہے گی۔

(ہفت روزہ شیعہ لاہور ۱۸ اکتوبر 1979ء)

مودودی صاحب کی موت پر شیعی تعزیت

جناب آیت اللہ الخمینی نے اپنے ہم مقصد جناب مودودی صاحب کی موت پر بڑے دکھ درد کا اظہار کیا اور ا سے دنیائے اسلام (جسے وہ اسلامی دنیا سمجھتے ہیں) کا نقصان قرار دیا انہوں نے کہا:

"ان (مودودی صاحب) کی اسلامی فکر نے پوری اسلامی دنیا میں انقلاب کی تحریک پیدا کردی۔ ان کی ان کوششوں کے نتیجے میں انشاء اللہ دنیا بھر میں اسی طرح اسلامی انقلاب برپا ہوکر رہے گا جس طرح ایران میں اسلام کو غلبہ نصیب ہوا ہے۔ (ماہنامہ پیغام اسلام برمنگھم اکتوبر نومبر ۱۹۷۹ء ص ۱۱)

اسی طرح ایران کے اہم شیعی عالم اور انقلابی تحریک کے رہنما آیت اللہ کاظمی شریعت مداری کہتے ہیں:

"ایران کی مسلم امت کے لئے مولانا مودودی کی خدمت کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا جو انہوں نے شہنشاہ کی آمریت کے خلاف ایرانی عوام کی جدوجہد کے وقت انجام دیں"۔

جماعت اسلامی نے عورت کی سربراہی تسلیم کرلی

جماعت اسلامی (بنگلہ دیش) نے باقاعدہ طور پر بنگلہ دیشی نشنلسٹ پارٹی کی صدر بیگم خالدہ ضیاء کو بنگلہ دیش کی وزیراعظم بنانے کی حمایت کا اعلان کیا ہے۔ جماعت اسلامی (بنگلہ دیش) کے جنرل سیکریٹری مطیع الرحمٰن نظامی نے کہا ہے کہ ان کی جماعت نے سرکاری طور پر عبوری صدر شہاب الدین کو بتا دیا ہے کہ وہ حکومت سازی میں بیگم خالدہ ضیاء کی حمایت کرے گی۔ جماعت اسلامی کے اس واضح اعلان نے بی۔این۔پی۔کی سربراہ خالدہ ضیاء کے وزیراعظم بننے کے لئے راہ ہموار کردی۔ اس طرح جماعت اسلامی کے ہاتھوں ایک اسلامی ملک کی سربراہ اب ایک عورت بنے گی۔ اور یوں جماعت اسلامی نے عورت کی سربراہی کو بھی تسلیم کرلیا ہے۔ آج سے تقریباً پچیس سال پیشتر جماعت اسلامی، محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت میں عورت کی سربراہی کی تائید کرچکی ہے۔

لیکن اسے جماعت کے دوغلے اور منافقانہ کردار کے سوا اور کچھ نام نہیں دیا جاسکتا جو اس نے بے نظیر حکومت کے خلاف ادا کیا ہے۔ پاکستان میں بے نظیر حکومت کے پورے بیس ماہ کے دوران جماعت اسلامی بے نظیر کے عورت ہونے کے ناطے اس کی بھرپور مخالفت کرتی رہی۔ اس نے اس حکومت کو گرانے اور ختم کرانے کے لئے اپنا ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔

جماعت اسلامی کی ہمیشہ یہ پالیسی رہی ہے کہ جیسا موقع دیکھو ویسی بات کرو، سیاسی اصول کیا ہوتے ہیں، کیوں ہوتے ہیں، اس سے انہیں کوئی سروکار نہیں بلکہ بے اصولی ہی اس کا اصول ہے۔ یہ اپنی پالیسی میں اتنی لچک رکھتی ہے کہ جب چاہتی ہے اور جہاں چاہتی ہے اسے باآسانی موڑ لیتی ہے۔ یہ ہر معاملہ میں چت بھی اپنی رکھتی ہے اور پٹ بھی۔ پیپلز پارٹی کی حکومت کو گرانا مقصود تھا تو "عورت کی حکمرانی خلاف شرع ہے" اس بات کو خوب اچھالا مگر خالدہ ضیاء کو برسراقتدار لانا جماعت کے مفاد میں ہوا تو عورت کی حکمرانی جائز ہوگئی۔

بظاہر جماعت اسلامی ایک مذہبی سیاسی جماعت متصور کی جاتی ہے۔ لیکن سیاسی داؤ

گھات یہ ایک دنیادار سیاسی جماعت کی طرح سے لگاتی ہے...... جنرل یحییٰ اور جنرل ضیاء الحق (جیسے آمروں) سے جماعت کا اشتراک وتعاون اس کی واضح مثالیں ہیں۔مشرقی پاکستان میں یحییٰ حکومت سے جماعت اسلامی کے تعاون کے نتیجہ میں مشرقی پاکستان "بنگلہ دیش" بن گیا۔اور بچے کچے پاکستان میں جنرل ضیاء کی حکومت سے جماعت اسلامی کے تعاون نے ایک طرف تو نظام مصطفیٰ کی بیخ کنی کردی اور دوسری طرف ضیاء کی جابر اور نااہل حکومت کو دوام حاصل ہوگیا۔ مارشل لاء کا دور طویل ہوگیا۔طویل مارشل لاء کے سبب معاشرے میں جو برائیاں پیدا ہوتی ہیں وہ ایک ایک کر کے پاکستانی معاشرے میں درآئیں،قومی سوچ کا تار پود بکھر گیا۔علاقائی فکر پروان چڑھنے لگی جمہوریت کا تصور لوگوں کے ذہن سے محو ہوگیا............

(ہفت روزہ احوال کراچی 21 تا 27 مارچ 1991ء ص اداریہ)

کیا اسلامی نظام خمر وشراب کے خمیر سے اٹھ سکتا ہے!

جماعت اسلامی کے ترجمان روزنامہ جسارت کراچی نے 26 جون 1989ء کے اخبار میں شراب کی مشہور کمپنی مری بریوری کا اشتہار شائع کیا گویا جماعت اسلامی نے شراب کو حلال قرار دے دیا جو چیز حرام ہے اس کی خرید وفروخت اور اس کے معاملات بھی حرام ہیں۔ جماعت اسلامی کے حامی غور کریں کہ جس جماعت کا نظریہ صرف اشتہار کا حصول ہو جو تجارت میں حلال وحرام کی قائل نہ ہو وہ اس ملک میں اسلام کے نفاذ کے بلند وبانگ دعوے کی حقدار کیوں کر ہوسکتی ہے۔

ایک جانب جماعت اسلامی کے کارکنان سے چندے امداد اور تعاون کی اپیل کی جارہی ہے دوسری جانب شراب کی کمپنی کے اشتہار چھاپ کر ملک میں اسلامی نظام کے لئے سرمایہ کاری کے وسیع مواقع پیدا کئے جارہے ہیں کیا اسلامی نظام خمر وشراب کے خمیر سے اٹھ سکتا ہے۔

(ہفت روزہ اخلاقی جنگ کراچی شمارہ 13-14)

یہ دنیا بدلتی ہے رنگ کیسے کیسے

جماعت اسلامی کی شرمناک وخطرناک کروٹ

تحریر: جیلانی چاندپوری

جماعت اسلامی پاکستان کے مرکزی امیر جناب قاضی حسین احمد صاحب نے قوم کو مسرت وشادمانی کے ساتھ یہ اطلاع دی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے ذریعے اللہ نے جس دین اسلام کو مکمل فرمادیا تھا، اب چودہ سو سال پرانا ضعیف، بیمار وخستہ وخوار ہوچکا ہے۔اس لئے جدید اسلامی نظام ہم اس میں رائج کرنے والے ہیں۔اور اس منزل تک پہنچنے کا اب یہ وقت آچکا ہے۔ آپ کو یقین نہ آیا ہو تو اس خبر کی سرخی لفظ بہ لفظ یہ ہے۔پہلی سرخی: "طالبان اور ایران کا انقلاب ہمارے لئے ماڈل نہیں" (قاضی حسین احمد)۔دوسری سرخی: "برسر اقتدار آکر پاکستان کو جدید اسلامی اور فلاحی مملکت بنائیں گے۔"

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ جماعت اسلامی کی اپنی ساٹھ سالہ تاریخ ہے بے شک ہے اور اس میں ساٹھ سے زیادہ بار قلابازیاں بھی ہیں۔جن میں سے چند کا ذکر یوں ہے کہ اس جماعت کے پہلے امیر جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی نے پہلا اعلان کیا کہ جماعت اسلامی سیاست میں حصہ نہیں لے گی۔بلکہ اسمبلیوں کے انتخابات میں ہر حلقہ سے جو امیدوار نیک، صالح اور قوم کا سچا خادم ہوگا، اسے سپورٹ کر کے کامیاب کرائے گی۔لیکن جب انھوں نے محسوس کیا کہ سیاست کا مزہ ہی کچھ اور ہے اور فائدہ بھی جب ہے جب سیاست پر قابض ہوسکیں، تو قلابازی کھائی اور ایک اتحاد میں داخل ہونے کی کوشش کی۔یہ 52-1951 کے پنجاب اسمبلی کے الیکشن کی بات ہے۔جس میں علامہ مشرقی، نواب افتخار حسین ممدوٹ اور میاں افتخار الدین اور ان کے دم چھلے محمود علی قصوری صاحب یعنی ۱۔عوامی مسلم لیگ ۲۔خاکسار تحریک ۳۔جناح مسلم لیگ اور ۴۔آزاد پاکستان پارٹی شامل تھے۔لیکن یہ اتحاد مودودی صاحب کی ہٹ دھرمی اور بے جا مطالبے یعنی اسمبلی کی پچاس فیصد نشستوں کے مطالبے کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ گیا۔اس کے بعد مودودی

صاحب نے ایک اور قلابازی کھائی اور کشمیر کے معاملے کو غیر اسلامی جنگ یعنی فساد فی الارض قرار دیا۔ نتیجتاً لیاقت علی خان کی حکومت نے انھیں پکڑ کر جیل میں ڈال دیا۔ محمود علی قصوری نے بحیثیت بیرسٹران کی مدد کی اور ضمانت پر رہائی دلا دی۔ پھر ایک اور قلابازی کھائی اور ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف محاذ قائم کیا۔ اور ضیاء الحق صاحب کو "امیر المومنین" بنانے کی جدوجہد کی۔ اور اس کے لئے جلوس نکلوائے، جلسے کئے اور "مرد مومن، مرد حق۔ ضیاء الحق ضیاء الحق" کے نعرے لگائے۔ اس کا انعام ملا کہ افغانستان کے جہاد کے نام پر اسلحہ اور روپیہ خوب کمایا۔ اور مالدار ہو گئے۔ حکمت یار کی سربراہی میں تربیت یافتہ دہشت گرد فوج بھی آ گئی۔ یہاں سید ابو اعلیٰ مودودی صاحب کا سورج جب ڈوب گیا تو دوسرے امیر میاں طفیل احمد آئے۔ ان کی سازشی اسکیمیں زیادہ کامیاب نہ ہوئیں۔ اور نواز شریف کا پہلا دور تھوڑا ہی فائدہ پہنچا سکا۔ لیکن اس میں اپنے لوگوں کو حکومت کے اداروں تک لے جانے کے معاملے میں کچھ کامیابی ہوئی۔ تاہم ان سے زیادہ چالاک ایسے لوگوں کو جو نظام مصطفیٰ کے حامی تھے، اپنا آلہ کار بنانا شروع کیا کہ اس میں تھوڑی سی کامیابی ہوئی۔ لیکن راز فاش ہونے پر کچھ فوجی بھینٹ چڑھ گئے۔ اس جماعت کو پچھلے ساٹھ سال سے یہ تجربہ ہو چکا ہے کہ مسلمانوں میں اس کی اس قدر پذیرائی ممکن نہیں ہے کہ یہ ووٹ کے ذریعے اقتدار حاصل کر سکیں۔ اس لئے اس جماعت نے عسکری قوت بڑھانے کی طرف سازشی انداز میں پیش قدمی کا پروگرام بنایا۔ اس کی ابتدا مشرقی پاکستان سے الشمس و البدر سے مودودی صاحب نے کر دی تھی۔ جماعت کی بدعنوان اور بدلتی ہوئی پالیسی کی وجہ سے اس کے چند بنیادی ارکان مودودی صاحب سے ناراض ہو کر ان سے الگ ہو چکے تھے۔ پھر کچھ فعال اور مخلص رہنما اور کارکن قاضی صاحب کی غیر آئینی امارت سے مایوس ہو کر علیحدہ ہو گئے اور صورت حال یہ ہے کہ جماعت نے حکمت یار کے ذریعے افغانستان میں اور حزب المجاہدین کے ذریعے کشمیر میں قابل غور اور قابل لحاظ عسکری طاقت جمع کرنے کے ساتھ پاکستان میں بھی تقریباً بڑے بڑے شہروں میں اور شاید قصبوں میں بھی مسلح دستے حزب المجاہدین کے نام سے قائم کر لئے ہیں۔ جس کی پاکستان میں کوئی ضرورت اور جواز نہیں۔ اب قاضی صاحب امریکہ کی یاترا سے ذہن کو پوتر بنا چکے ہیں تو ان کے

نائب یعنی نامعلوم یونیورسٹی کے پروفیسر عبد الغفور صاحب نے اعلان فرما دیا ہے کہ اب امریکہ میں تعصب کم ہو گیا ہے اور روز بروز کم ہوتا جا رہا ہے۔ کیوں نہ ہوتا؟ قاضی صاحب نے آخر کرامت دکھائی ہے۔ اس لئے کبھی غفور احمد صاحب اور کبھی جماعت کے جنرل سیکریٹری یہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ ہمارے مسائل کا حل خونی انقلاب کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ دوسری طرف دوسرے پروفیسر یعنی علامہ طاہر القادری بھی ایسے ہی اعلانات فرما رہے ہیں۔ اب ہمارے حکمران طبقے کے سوچنے کی بات ہے کہ یہ لوگ اس ملک کو کہاں لے جانے والے ہیں۔ اب تو منور حسن صاحب نے آخری اعلان یہ فرما دیا ہے کہ "جنرل پرویز کو اقتدار میں رہنے کا اب کوئی جواز نہیں ہے۔ قاضی صاحب بڑی مسرت سے اعلان فرما رہے ہیں کہ: اب ہماری منزل قریب تر آ گئی ہے"۔

(ہفت روزہ مخبر العالمین کراچی 30 نومبر 2000ء)

فرقہ پرستوں سے

آپس میں مسلماں کو لڑاتے کیوں ہو
اس فعل پہ غیروں کو ہنساتے کیوں ہو
اے قائدین قوم و ملت
اس ملک سے اخوت کو مٹاتے کیوں ہو

مقبول حسین رضوی

مودودی کی ابن الوقتی

از: اسماعیل لائل پور

مولانا مودودی کے خیالات بدلتے کچھ وقت نہیں لگتا۔ اگر آج کسی کی تعریف کر رہے ہیں تو کل اسی چیز کی اس قدر برائی بیان کریں گے کہ گویا وہ دنیا کی سب سے بڑی چیز ہے ایک مثال ملاحظہ فرمائیے! مولانا موصوف چند برس پہلے شاہ سعود آف سعودی عرب کے بارے میں

فرماتے ہیں...... نالائق حکمران اپنے دین کے مرکز میں رہنے والوں کو ترقی دینے کی بجائے صدیوں سے گرانے کی پیہم کوشش کرتے رہتے ہیں۔ انھوں نے اہل عرب کو علم اخلاق تمدن غرض یہ کہ ہر اعتبار سے پستی کی انتہا تک پہنچا کر چھوڑا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ سرزمین جہاں سے کبھی اسلام کا نور تمام عالم میں پھیلا تھا۔ آج اسی جاہلیت کے قریب پہنچ گئی ہے جس میں وہ اسلام سے پہلے مبتلا تھی اب نہ وہاں اسلام کا علم ہے اور نہ اسلامی اخلاق ہے نہ اسلامی زندگی ہے۔ بہت سے لوگ اپنا ایمان بڑھانے کی بجائے الٹا کھو آتے ہیں۔ وہی پرانی محنت گری جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد جاہلیت کے زمانہ میں کعبہ پر مسلط ہوگئی تھی اور جسے رسول اللہ ﷺ نے آ کر ختم کیا تھا۔ پھر تازہ ہوگئی ہے۔ حرم کعبہ کے منتظم اب پھر اسی طرح مہنت گر بن کر بیٹھ گئے ہیں۔ خدا کا گھر اب ان کے لئے جائداد بن گیا ہے اور اس گھر سے عقیدت رکھنے والوں کو آسامی سمجھتے ہیں۔ مختلف ملکوں میں بڑی بڑی تنخواہ پانے والے بڑے ایجنٹ مقرر ہیں تا کہ آسامیوں کو گھیر گھیر کر بھیجیں۔ یہ بنارس اور ہردوار کے پنڈتوں کی سی حالت اس دین کے نام نہاد خدمت گزاروں اور مرکزی عبادت گاہ کے مجاوروں نے اختیار کر رکھی ہے۔ جس نے محنت گری کے کاروبار کی جڑ کاٹ دی تھی۔ بھلا جہاں عبادت کرانے کا کام مزدوری اور تجارت بن گیا ہو۔ جہاں عبادت گاہوں کو ذریعہ آمدن بنالیا گیا ہو ایسی جگہ عبادت کی روح کہاں رہ سکتی ہے۔

(خطبات مولانا مودودی طبع ہفتم ص195۔197)

پہلے تو مودودی صاحب کے یہ خیالات تھے لیکن جب اس حاکم نے آپ کو زرخرید دوست خاص بنالیا تو اپنے خیالات کو یکسر بدل دیا۔ مولانا مودودی، سعودی عرب گئے تو شاہ سعود کے دربار میں یوں گویا ہوئے۔ "ہم جلالۃ الملک کو ان کے پاکستانی بھائیوں کا سلام پہنچاتے ہیں۔ جو جلالۃ الملک کو کتاب وسنت کا حامی سمجھتے ہیں اور انہیں پوری توقع ہے کہ جلالۃ الملک کے ہاتھوں اسلام از سرنو تازہ ہوگا"۔

(ہفت روزہ ایشیا 5 فروری 1962ء نوائے وقت 17 اپریل 1963ء، دیوبندی مذہب ص145)

مودودی اور امریکہ

مطالبہ دستور اسلامی تمام جماعتوں کا مطالبہ ہے مگر نظام اسلامی کی آڑ لے کر مسلمانوں کے محبوب ملک پاکستان کو جو کہ ہزاروں قربانیوں سے حاصل کیا گیا ہے۔ اس کی جڑیں کھوکھلی کرنا اور ابھی تک اس کو سیاسی چال ہی بتانا مودودیوں کی اصل غرض یہی ہے۔ چنانچہ مودودی ابھی تک صاف لکھ رہے ہیں:۔

جو لوگ پاکستان کے مخالف تھے.......... وہ پاکستان زندہ باد کے دل فریب نعروں کے متعلق جب یہ کہتے تھے کہ یہ فریب ہے سیاسی چال ہے تو کیا وہ غلط کہتے تھے؟ (یعنی سچ کہتے تھے)

(ترجمان القرآن جمادی الاخر سن ۱۳۷۴ھ)

پاکستان کے وجود میں آنے سے قبل تو دیوبندیوں مودودیوں کی پاکستان دشمنی ظاہر ہی ہے مگر اب پورے نو سال گزرنے کے بعد بھی پاکستان سے دشمنی کرنا اور اسے سیاسی چال بتانا یہ مودودیوں کا ہی کارنامہ ہے، یہ کیوں ہو رہا ہے اس کے متعلق اگر ہم اپنی ہی طرف سے کسی امر کا اظہار کریں تو دیوبندی مودودی صاحبان ہم پر بدعتی اور مشرک ہونے کا فتویٰ صادر فرما دیں گے۔ اس لئے تحقیقاتی عدالت لاہور میں ایڈووکیٹ نذیر احمد کی زبانی سن لیجئے، چنانچہ مودودیت کے مبلغ ایک ہندوستانی اخبار کا عنوان اور اقرار۔

مولانا مودودی کو امریکہ سے مالی امداد پہنچتی رہی ہے

یہ عنوان قائم کرنے کے بعد مدیر اخبار لکھتے ہیں:۔

لاہور 2 نومبر سن 1953ء پنجاب میں قادیانی دشمن کے ہنگامہ کے متعلق تحقیقات کرنے والی عدالت کے سامنے بیان دیتے ہوئے جرح کے جواب میں خواجہ نذیر احمد نے کہا کہ میرے پاس یہ کہنے کے لئے کافی وجوہ ہیں کہ جماعت اسلامی کے لیڈر مولانا (ابوالاعلیٰ) مودودی کو امریکہ سے مالی امداد ملتی تھی۔ جب عدالت نے گواہ سے پوچھا کہ وہ امریکی ذرائع کون سے

ہیں جو مولانا مودودی کو امداد دیتے ہیں۔ خواجہ نذیر احمد نے کہا کہ اگر میں اس کی تفصیل میں جاؤں تو پیچیدگی پیدا ہو جائے گی۔

(اخبار قومی آواز لکھنو مورخہ 22 نومبر سن 1953ء جلد 8 پرچہ 24، ص 2 کالم ص 6 بحوالہ دیوبندی مذہب)

مودودی اور گرلز کالج

مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

آج کل کے میڈیکل کالجوں اور نرسنگ کی تربیت گاہوں اور ہسپتالوں میں مسلمان لڑکیوں کو بھیجنے سے لاکھ درجے بہتر یہ ہے کہ ان کو قبروں میں دفن کر دیا جائے۔ رائج الوقت گرلز کالجوں میں جا کر تعلیم حاصل کرنے اور پھر معلمات بننے کا معاملہ بھی اس سے کچھ بہت مختلف نہیں۔ (رسائل ومسائل حصہ اول ص 133)

نوٹ:۔ .... مولانا مودودی خود اپنے ارشادات پر کس حد تک عمل پیرا ہیں۔ اس کو قاری عبدالحمید کی زبان میں سنیئے۔ غالباً جو مودودی صاحب کو بہت قریب سے دیکھنے والوں میں ہیں میری حیثیت محض ناقل کی ہے۔ (نظامی)

تبصرہ:۔ اگر ابوالفریب مکار ملا مودودی کا یہ فتویٰ شرعی ہے اور دیانت وخلوص پر ہی محمول ہے تو پھر وہ بتلائیں کہ اپنی لڑکیوں کو بی۔ اے اور ایم۔ اے کون سے آسانی کالجوں میں بھیج کر کرایا ہے۔ کیا اس کا نام بدعملی نہیں؟ اور کیا اسلام کی پیشوائی کا گھمنڈ رکھنے والے اور عالم اسلام میں تجدید واحیاء دین اور اقامت دین کے علمبردار اور دعویدار کے لئے یہ بات قابل شرم وغیرت اور قابل لعنت نہیں؟ کہ اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو بھی غیر شرعی اور غیر اسلامی مکروہ ترین عریاں اور نیم برہنہ لباس پہنوائے اور ان کو بخوشی اپنے گھروں میں بھی رکھے اور دوسرے بزرگوں اور ولیوں پر تنقید اور انگشت نمائی کرے۔ (انکشافات ص 14)

یہ اگرچہ کوئی اصولی و بنیادی بحث نہیں پھر بھی کسی جماعت کے امیر وقائد کے حق میں لمحہ فکریہ ہے اور وہ بھی کسی سیاسی جماعت کا نہیں بلکہ جماعت اسلامی کا قائد جس کے نقش قدم پر

چلنے کی دعوت دی جاتی ہے۔

(جماعت اسلامی کا شیش محل واقعات وحقائق کی روشنی میں ص 142)

جماعت اسلامی کی نظر میں پیدائشی مسلمان بے ایمان ہے

مودودی صاحب جماعت کے دستور میں لکھتے ہیں:۔

اس جماعت میں کوئی شخص محض اس مفروضہ پر شامل نہیں ہو سکتا کہ جب وہ مسلمان گھر میں پیدا ہوا ہے اور اس کا نام مسلمانوں کا سا ہے تو ضرور مسلمان ہوگا اسی طرح کوئی شخص کلمہ طیبہ کے الفاظ کو بے سمجھے بوجھے محض زبان سے ادا کر کے بھی اس جماعت میں نہیں آ سکتا۔

اس دائرے میں آنے کے لئے شرط لازم یہ ہے کہ آدمی کو کلمہ طیبہ کے معنی اور مفہوم کا علم ہو وہ جانتا ہو کہ اس کلمہ میں نفی کس چیز کی ہے اور اثبات کس چیز کا اور اس نفی اور اثبات کی شہادت دینے سے اس پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور یہ شہادت اس کے طرز خیال اور طرز زندگی میں کسی قسم کے تغیر کا تقاضا کرتی ہے یہ سب کچھ جاننے اور سمجھنے کے بعد جو شخص اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ کہنے کی جرات کرے وہی "جماعت اسلامی" میں داخل ہو سکتا ہے۔

خواہ وہ پیدائشی غیر مسلم ہو اور ابتداً یہ شہادت ادا کرلے یا پیدائشی مسلمان ہو اور ازسرنو ایمان لائے۔ (دستور جماعت اسلامی ماہنامہ ترجمان القرآن ربیع الاول سن ۱۳۶۰ھ ص 241) مودودی صاحب کی جس عبارت پر ہم نے خط کھینچا ہے وہ خوب قابل غور ہے جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ جماعت اسلامی میں داخل ہونے سے پہلے پیدائشی مسلمان بھی بے ایمان ہی ہوتا ہے اور ازسرنو ایمان لا کر جماعت کی رکنیت اختیار کر سکتا ہے۔ یہ ہیں جناب مودودی اور ان کی جماعت اسلامی۔

(دستور جماعت اسلامی کا تنقیدی جائزہ ص 24 لاہور 1987ء)

میاں طفیل محمد کی بدزبانی

یکم نومبر 1998ء کو روزنامہ جنگ لاہور کے ادارتی صفحہ پر جناب ارشاد احمد حقانی صاحب (نامور صحافی) نے میاں طفیل محمد امیر جماعت اسلامی کے انٹرویو کا کچھ حصہ بحوالہ روزنامہ جسارت شائع کیا ہے۔ جسے پڑھ کر از حد افسوس ہوا کہ ان لوگوں نے گویا بزرگوں کی توہین کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ اگرچہ میاں صاحب قبر میں ٹانگیں تو کیا بذات خود بھی لٹکے بیٹھے ہیں مگر فکر مودودی کی ایسی چھاپ لگی ہوئی ہے کہ اس عمر میں بھی خوف خدا ہے نہ شرم نبی۔ میاں صاحب کا مندرجہ ذیل بیان پڑھیں اور ان کی کوتاہ فہمی پر آنسو بہائیں۔

"اسلام تو ہے ہی ان پڑھوں کا مذہب ہمارا تو رسول بھی ان پڑھ ہی تھا (معاذ اللہ) اس لئے یہاں یہ نہیں ہے کہ جو لکھنا پڑھنا جانتے ہیں وہی آئیں ہم تو ایک بات سمجھا دیتے ہیں اور وہ عالم، فاضل بن جاتا ہے۔ ابوبکر و عمر کہاں سے پڑھے ہوئے تھے۔ عثمان و علی کہاں کے پڑھے ہوئے تھے۔ ہمارے بڑے بڑے جرنیلوں نے کہاں سے تعلیم حاصل کی تھی۔ قاضی شریح .... جو تمام چیف جسٹسوں کا چیف جسٹس تھا ان پڑھ تھا۔

(روزنامہ جنگ لاہور، یکم نومبر 1998ء)

ہم میاں صاحب سے اتنا ضرور پوچھیں گے کہ جناب اگر آپ کسی کو ایک بات سمجھا دیں تو وہ عالم فاضل بن جاتا ہے تو نبی کریم ﷺ کو تو قرآن کی تعلیم دینے کا دعویٰ اللہ تعالیٰ کر رہا ہے اور پھر کون سا علم ہے جو قرآن سے باہر ہے۔ اس کے باوجود تمہیں پیارے آقا ﷺ کو ان پڑھ کہتے ہوئے شرم کیوں نہیں آئی۔ باقی رہا معاملہ مذکورہ بالا صحابہ کرام کا تو وہ بھی اس وقت کے مروجہ طریقہ تعلیم کے حساب سے عالم فاضل تھے۔ تمام کی تمام جماعت اسلامی کے علماء کرام (درحقیقت جہلا) ایک عام صحابی کی گرد پا کو نہیں پا سکتے چہ جائیکہ مذکورہ بالا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ان پڑھ کہا جائے اور اپنے ساتھ موازنہ کر کے ان کی توہین کی جائے اللہ تعالیٰ ایسی جہالت سے پناہ دے جو نام نہاد جماعت اسلامی والوں کے حصے میں آئی ہے۔ آمین

(ماہنامہ القول السدید لاہور ص 7 دسمبر 1998ء)

جماعت اسلامی نے بھی "اسلامی بنگلہ دیش" کا نعرہ لگایا تھا

مشرقی پاکستان میں "بنگلہ دیش قوم پرستی" کا بھوت جس طرح ننگا ہو کر ناچنے لگا تھا، مغربی پاکستان کا رہنے والا کوئی شخص جس نے وہاں کے اس دور کے حالات و واقعات بچشم خود نہ دیکھے ہوں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ماسوا چند ایک کے ہر سیاسی پارٹی اور ہر سیاسی گروپ "بنگالی نیشنلزم" پر تکیہ کئے ہوئے تھا۔ عوامی لیگ بنگلہ دیش مانگتی تھی اور بھارت کے ساتھ دوستی۔ مولانا بھاشانی مغربی پاکستان کو الوداع کہنے کو بیتاب تھے مگر چین کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے خواہش مند تھے۔ پروفیسر مظفر احمد کو صرف ایسا بنگلہ دیش چاہئے تھا جو روس کے زیر نگین ہو۔ حد تو یہ ہے کہ جماعت اسلامی اور دوسری اسلام پسند جماعتوں میں بھی بڑی بڑی مقتدر شخصیتیں "اسلامی بنگلہ دیش" کا نعرہ لگائے بغیر نہ رہ سکیں۔

(سرگزشت میجر جنرل (ریٹائرڈ) راؤ فرمان علی خان روزنامہ مشرق کراچی 27 اپریل 1978ء

(ہفت روزہ الفتح کراچی ہفت روزہ راہی حیدرآباد 12-19 مئی 1978ء)

معلوم ہوا کہ ملک توڑنے کے کارنامے میں جماعت اسلامی بھی حصہ دار ہے۔

خفیہ ملاقات

جمعے کا دن تھا لوگ نمازِ جمعہ کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ راستوں پر ٹریفک بہت کم تھی خاص طور پر گلیوں میں اکا دکا آدمی نظر آ رہے تھے۔ جمعہ کی نماز سے کوئی دو گھنٹے پہلے تقریباً پونے بارہ بجے ایک لمبی کار شاہراہ پاکستان سے فیڈرل بی ایریا کی ایک گلی میں مڑی اور ملک کے صف اول کے ایک سیاستدان کی کوٹھی کے پاس رکی جس میں سے ایک گورے صاحب نکلے اور بڑے اطمینان سے کوٹھی میں گھس گئے۔ جہاں وہ سیاسی شخصیت پہلے سے ان کی منتظر تھی۔ بڑے پرتپاک طریقے سے استقبال ہوا ہاتھ ملائے گئے اور کمرے میں چلے گئے۔

یہ کوٹھی جماعت اسلامی کے رہنما اور پاکستان قومی اتحاد کے سیکریٹری جنرل پروفیسر غفور احمد کی تھی اور ملاقاتی گورے صاحب کا استقبال کرنے والے بنفس نفیس پروفیسر غفور احمد خود تھے۔ پروفیسر صاحب کے مہمان جس گاڑی میں آئے اس کا نمبر CC64-93 تھا۔ یہ نمبر پلیٹ امریکی قونصل خانے کے لئے مخصوص ہے۔ اس لئے یقین کرنے جیسی بات ہے کہ پروفیسر صاحب سے ملاقات کے لئے آنے والے امریکہ کے سفارتی نمائندے تھے۔ یہ ملاقات آدھے گھنٹے تک جاری رہی۔ چونکہ نہ اس ملاقات کا پروگرام قبل از ملاقات ظاہر کیا گیا اور نہ اس ملاقات کے بعد کوئی بات ظاہر کی گئی تو ظاہر ہے اس ملاقات کے دوران کی گئی باتیں بھی صیغہ راز میں رکھی گئی ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے وقت جب ملک ایک انتہائی سنگین سیاسی بحران سے گزر رہا ہے اس وقت اہم سیاسی رہنماؤں کی ملک سے باہر روانگی اور ملک کے اندر صف اول کی سیاسی شخصیت سے ایک بڑے ملک کے سفارتی نمائندے کی خفیہ ملاقات ایک ایسا معاملہ ہے جس پر ہر محب وطن پاکستانی کو تشویش لاحق ہونا لازمی بات ہے۔ اس قسم کی ملاقات نہ صرف سفارتی آداب کے منافی ہے بلکہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کے برابر ہے.........

جماعت اسلامی کو شروع سے پاکستان کے اندر امریکی لابی کی حمایتی سیاسی پارٹی تصور کیا جاتا رہا ہے۔ خود جماعت کی طرف سے بھی کبھی اس قسم کے تاثر کو ختم کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

(ہفت روزہ راہی حیدرآباد 12-19 مئی 1978ء)

جامعہ کراچی میں اسلامی جمعیت طلبہ کی غنڈہ گردی

اسلامی جمعیت طلبہ کے غنڈوں نے رفیق پٹیل کو دھکا دیا۔ جس سے ان کے پیر میں چوٹ آئی۔ لیکن طلباء و طالبات کے نعروں میں شدت پیدا ہوگئی۔ جمعیت نے مجبوراً جواب میں المدد، المدد یا خدا یا خدا کے نعرے لگائے۔ دونوں طرف سے نعرے بازی ہوتی رہی اور دونوں گروپ جلوسوں کی شکل میں آڈیٹوریم سے باہر نکلے۔ جلوس کے باہر نکلنے کے بعد مسلسل ڈیڑھ

گھنٹے تک نعرے بازی ہوتی رہی۔ پروگریسو فرنٹ کے چیئرمین عاشق رضا پر حملے کی کوشش بھی کی گئی بعد میں پروگریسو فرنٹ کا احتجاجی جلسہ ہوا۔ جس میں جمعیت کی غنڈہ گردی اور یونین کی جانب سے کلاسز میں تالے ڈال کر زبردستی بائیکاٹ کرانے کی کوششوں کی مذمت کی گئی۔ پروگریسو فرنٹ کے وفد نے شیخ الجامعہ کو پوری صورتحال سے آگاہ کیا۔

دوسرے دن 13 نومبر کو جامعہ کراچی میں تمام تنظیموں کے پمفلٹ تقسیم ہوئے جس میں جمعیت کی غنڈہ گردی کی مذمت کی گئی۔

جمعیت کے جلسہ کو کامیاب کرانے کے لئے باہر سے غنڈے منگوائے گئے تھے۔ رفیق پٹیل (سندھ این ایس ایف کراچی کے صدر) نے اسٹیج کے قریب جا کر کہا کہ ایسی ہی بات ہے تو ہمیں بھی بات کرنے کی اجازت دی جائے۔ جس پر ناظم جمعیت کے اشارے پر جمعیت کے غنڈے، رفیق پٹیل کو لاتوں اور گھونسوں سے پیٹتے ہوئے باہر لے گئے۔ جس پر ہال میں احتجاج شروع ہوا۔ باہر سے لائے ہوئے غنڈوں نے ہڑبونگ اور تشدد کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ دردانہ قریشی اور خالدہ صدیقی کے ساتھ بدتمیزی کی گئی اور انہیں بھی دھکے دیئے جانے لگے۔

(ہفت روزہ الفتح کراچی 18-25 نومبر 1977ء ص 82)

دو (۲) سیکریٹری جنرل

اخباری اطلاع کے مطابق ایک روز پی این اے کے سیکریٹری جنرل جناب غفور احمد پاکستان میں سعودی عرب کے سفیر جناب ریاض الخطیب سے ملاقات کی اور دوسرے روز پی پی پی کے سیکریٹری جنرل جناب کوثر نیازی نے نکتہ سخن یہ ہے کہ سفیر محترم سے ملاقات کرنے والے دونوں حضرات اپنے اپنے گروپ کے سکریٹری جنرل ہیں اور ذاتی حیثیت میں تشرع۔ بھٹو اتحاد مذاکرات کے دوران اپنی اپنی پارٹی کی طرف سے بیانات جاری کرنے کے مجاز۔ دونوں خوش بیان "اعتدال پسند" اور ہمہ صفت۔ صرف ایک فرق ہے کہ جناب کوثر نیازی شاعر بھی ہیں جب کہ جناب غفور احمد کے بارے میں اب تک ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی ہے۔

علاوہ ازیں جناب غفور احمد جماعت اسلامی میں ہونے کے باوجود مولانا نہیں پروفیسر کہلاتے ہیں۔ (بی کام ہونے کی بناء پر) اور جناب کوثر نیازی غیر اسلام پسند پارٹی میں ہونے کے باوجود مولانا کہلاتے ہیں۔ غالباً یہ ریکارڈ وہ جماعت اسلامی سے پی پی پی میں منتقلی کے وقت اپنے ساتھ لائے ہیں۔ (ہفت روزہ الفتح کراچی 18-25 نومبر 1977ء ص 57)

ایڈیٹر "معیار" پر اسلامی جمعیت طلبہ کا حملہ

4 جنوری کی صبح جامعہ کراچی میں اسٹڈی سرکل کی جانب سے "پاکستان کی بقاء جمہوریت میں ہے" تقریب کے آغاز سے قبل ہی جامعہ کراچی کی طلبہ یونین کے نمائندوں اور حمائتیوں نے بینرز پھاڑنے مائک توڑنے اور اسٹڈی سرکل کے ارکان کو مارنے کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا کہ اسی دوران تقریب کے مہمان خصوصی جناب منہاج برنا کے ضروری کام سے حیدرآباد جانے کی اطلاع ملی تو یہ پروگرام ملتوی کر دیا گیا۔

فرائض کی ادائیگی کے لئے گئے ہوئے معیار کے ایڈیٹر محمود شام صاحب، مساوات کے فوٹو گرافر حسام سنگرامی واپسی کے لئے جونہی سربراہ شعبہ صحافت کے کمرے سے باہر نکلے تو طلبہ کے ایک گروہ نے فوٹو گرافر کا کیمرہ چھین کر چکنا چور کر ڈالا۔ طلبہ کی اس کارروائی کے باوجود اخباری نمائندے خاموشی سے آگے بڑھ گئے۔ لیکن طلبہ کے اس مخصوص گروہ کو شاید ان لوگوں کا یوں بخیر و عافیت واپس جانا منظور نہ تھا۔ اس کے باوجود جب ایڈیٹر "معیار" گاڑی میں بیٹھنے لگے تو طلباء کے ایک گروہ نے انہیں یہ کہہ کر باہر کھینچ لیا کہ "یہی محمود شام ہیں"۔ اس کے بعد تیس چالیس طلبہ کے گروہ نے محمود شام پر باقاعدہ حملہ کر دیا۔ طلبہ نما یہ غنڈے برابر یہ بھی کہتے رہے کہ کسی سرخے کو جامعہ میں گھسنے نہیں دیا جائے گا۔ کچھ طلبہ نے گاڑی پر پتھراؤ شروع کر دیا۔ گاڑی کو بھی شدید نقصان پہنچا اور خود محمود شام بھی شدید زخمی ہوئے ان کے دائیں بازوں کی کلائی کے قریب ہڈی بھی مجروح ہوئی۔ گلشن اقبال کے تھانے میں رپورٹ لکھوانے کے باوجود واقعہ میں ملوث افراد کے خلاف ابھی تک کسی قسم کی کارروائی نہیں کی گئی ہے۔

صحافیوں کی انجمنوں، سیاسی جماعتوں نے اس واقعے کی انتہائی مذمت کی ہے لیکن حکومت کی طرف سے اس واقعے کے ذمہ دار طلبہ کے اس مخصوص گروہ "اسلامی جمعیت طلبہ" کے خلاف کسی قسم کی بھی کارروائی نہیں کی گئی۔ (ہفت روزہ معیار کراچی 14-21 جنوری 1978ء ص 17)

اسلامی جمعیت طلبہ کے ناظم کا فراڈ

اسلامی انقلاب کی داعی "جماعت اسلامی" کی بغل بچہ تنظیم "اسلامی جمعیت طلبہ" نے جامعہ کراچی میں اپنے ہی نامزد کردہ یونین کے سیکریٹری جنرل غلام مجتبیٰ کو جمعیت سے خارج کر دیا۔ مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ اسلامی جمعیت طلبہ نے اپنے بیان میں اس جرم کی نشاندہی نہیں کی جس کی بنیاد پر اسے اپنی یونین کے سولہ ماہ سے سیکریٹری جنرل کے فرائض انجام دینے والے اہم عہدیدار کو نکالنا پڑا اور جس پر لگائے جانے والے الزامات کی وہ ایک دن پہلے تک بڑی ڈھٹائی سے تردید کر رہے تھے۔

تفصیل اس واقعہ کی یوں ہے کہ غلام مجتبیٰ سیکریٹری جنرل انجمن اتحاد طلبہ فارمیسی فائنل (سپیشل سمسٹر) کے طالب علم تھے 15 فروری سن 1978ء کو پروویژنل سرٹیفکیٹ لے کر جو مکمل نتائج سے پہلے کسی قانون کے تحت جاری نہیں کیا جاسکتا۔ جدہ میں بحیثیت ایک فارمیسٹ گریجویٹ نوکری حاصل کرتے ہیں اور سعودی عرب روانہ ہو جاتے ہیں۔ اپریل میں جب ان کا نتیجہ آتا ہے تو وہ اپنی مارکس شیٹ کے مطابق ٹیکنالوجی کے مضمون کی تھیوری اور پریکٹیکل دونوں میں فیل نکلتے ہیں۔

پہلے تو جمعیت کے ناظم اور جماعت اسلامی کے اساتذہ کرام یہ کوشش کرتے ہیں کہ غلام مجتبیٰ کی مارکس شیٹ تبدیل کر دی جائے مگر اس میں وہ کامیاب نہیں ہو پاتے اور پھر جمعیت کی ہائی کمان اور اساتذہ کرام ڈین آفس میں اپنے گھس بیٹھوں کی مدد سے انتظامیہ کی جانب سے 16 اپریل کو 170-17 ایف 78-4-16 سرکلر جاری کرواتے ہیں جو فلیر اکیڈمک کونسل کی منظوری کے ڈی آفس اور پھر اسی رات فارمیسی کے متعلقہ استاد کے پاس پہنچ جاتا ہے اور اگلے ہی

دن کونسل روم میں غلام مجتبیٰ خصوصی امتحان دے رہے ہوتے ہیں۔ فارمیسی کے چند طلبہ کا اتفاق سے کونسل روم سے گذر ہوتا ہے اور وہ غلام مجتبیٰ کو امتحان دیتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ امتحان لینے والے استاد اور وہاں پر موجود جمعیت کے حامی پہلے تو ان طلبہ کو خاموش کرانا چاہتے ہیں۔ مگر جب یہ طلبہ باآواز بلند اس پر احتجاج کرتے ہیں تو جمعیت کے حامی ان طلبہ کو مارنے کو دوڑتے ہیں یہ ہنگامہ دیکھ کر طلبہ کی ایک بڑی تعداد کونسل روم کے اردگرد جمع ہو جاتی ہے اور چند ہی گھنٹے میں یہ خبر جامعہ کراچی میں پھیل جاتی ہے کہ جمعیت کا سیکریٹری امتحان دیتے ہوئے پکڑا گیا۔

اسلامی جمعیت طلبہ کی ہائی کمان کا ڈین آفس میں فوری اجلاس ہوتا ہے اور پھر جماعت اسلامی کے اساتذہ اور پرووائس چانسلر ڈاکٹر محفوظ علی کے مشوروں سے جامعہ (کراچی یونیورسٹی) کی انتظامیہ کی جانب سے اس پورے واقعہ پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک ہینڈ آوٹ اخباروں کو جاری کروایا جاتا ہے جو 21 اپریل کے تمام اخبارات میں چھپتا ہے۔

جامعہ کراچی کی انتظامیہ کی اس تردید کے بعد لبرل اور پروگریسو فرنٹ کی جانب سے مارکس شیٹ کی فوٹو اسٹیٹ کاپی شائع کردی جاتی ہے (اور ثبوت میں معیار میں بھی اس کاپی کا عکس شائع کیا جا رہا ہے) جامعہ کراچی میں اس دستاویزی ثبوت کے شائع ہوتے ہی کھلبلی مچ جاتی ہے۔ ڈین آفس میں اسلامی جمعیت طلبہ کی ہائی کمان جماعت اسلامی کے اساتذہ اور انتظامیہ کے چند ارکان کا اجلاس ہوتا ہے اور جس میں یہ طے کیا جاتا ہے کہ اب جب کے اس پورے معاملے کا بھانڈا پھوٹ چکا ہے تو اسلامی جمعیت طلبہ کو چاہئے کہ وہ غلام مجتبیٰ کو جمعیت سے خارج کر کے اپنی نام نہاد اصول پرستی اور تنظیمی ڈسپلین کا ڈھنڈورا پیٹے۔

اسلامی جمعیت طلبہ اور جماعت اسلامی کے ڈھنڈورچیوں کا چوری اور سینہ زوری تو ہمیشہ سے ایمان رہا ہے۔ مگر جامعہ کراچی کی انتظامیہ کا "پروویژنل سرٹیفکیٹ" بغیر کسی قانون کے دینا اور اکیڈمک کونسل کی منظوری کے بغیر سرکلر جاری کرنا اور صرف ایک طالب علم کے لئے امتحان لینا اور پھر اس پورے واقعہ کی قلعی کھل جانے کے باوجود ایک سرکاری ہینڈ آوٹ کے ذریعے تردید کرنا ایک ایسا

بھیانک جرم ہے جس کی اعلیٰ سطح پر تحقیقات ہونی چاہئے۔ اس پورے معاملے میں پرووائس چانسلر ڈاکٹر محفوظ علی، ڈین فیکلٹی آف فارمیسی نے جو کردار ادا کیا ہے وہ بھی کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔

مگر جامعہ کراچی میں دھاندلی کے اتنے بڑے واقعہ کو شہرت عام حاصل ہو جانے کے باوجود جامعہ کراچی کے وائس چانسلر ڈاکٹر احسان رشید کی کوئی وضاحت نہیں آئی ہے۔ گذشتہ چند ماہ سے وائس چانسلر اور پرووائس چانسلر جس طرح جامعہ میں اسلامی جمعیت طلبہ کو ہر طریقے سے مشتہر کروا رہے ہیں اور طلبہ کے مطالبات پر یونین کی مدت پوری ہو جانے کے باوجود اسے مسلط کئے ہوئے ہیں اسے دیکھتے ہوئے جامعہ کے محترم وائس چانسلر کی خاموشی سمجھ میں آتی ہے۔

(ہفت روزہ معیار کراچی 19 اپریل تا 6 مئی 1978ء ص 14)

اس تفصیلی مضمون سے ملک کی ایک نامور تعلیمی درسگاہ پر جماعت اسلامی کی خاص بغل بچہ تنظیم کا ناجائز قبضہ اور اپنی من مانی منوانے کے لئے تشدد اور غنڈہ گردی کرنا کیا ایک اسلامی تنظیم کے لئے مناسب ہے؟۔ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی"۔ "جو بویا جائے گا وہی کاٹا جائے گا" کہ مصداق جماعت کو ان مضامین کو دیکھ کر غصہ سے پیلا نہیں ہونا چاہئے کہ "آئینہ دکھایا انہیں تو برا مان گئے"!!!!

اہل تحقیق سے ایک سوال

بندہ کے ناقص مطالعہ کے مطابق فقہاء و محدثین علیہم الرحمۃ نے حضور اکرم ﷺ کی احادیث طیبہ کی روایت درروایت میں کامل احتیاط سے کام لیا ہے احتیاط سے کام کیوں نہ لیا جائے۔ خود رسالت مآب ﷺ فرماتے ہیں

کہ میرے متعلق جو دانستہ جھوٹ بولتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضور اکرم ﷺ مجسمہ اخلاق، صاحب خُلق عظیم اور معلم اخلاق بن کر تشریف لائے قرآن حکیم میں ہے وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ارشاد نبوی علیہ السلام ہے۔

میں اسی لئے مبعوث ہوا ہوں کہ اچھے اخلاق مکمل کرادوں

ہر صاحب عقل و دانش یقیناً جانتا ہے کہ معلم اخلاق ﷺ اخلاق سے گری ہوئی بات نہیں کہہ سکتے اور کسی باصفا اور تعصب سے بے پرواہ دماغ کو یہ محسوس کرتے ہوئے ذرا دیر نہیں لگتی ہے "میں بری طرح پیش آؤں گا" جیسے گندے الفاظ منصب نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سراسر خلاف ہیں۔ ایسے گھٹیا اور عامیانہ الفاظ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر نہیں آ سکتے۔ مجھے میرے ایک دوست نے مولانا مودودی کی کتاب سیرت سرور عالم ﷺ جلد دوم مطالعہ کیلئے دی تو میں ص نمبر 509 پر تیسرا واقعہ کے عنوان کے تحت یہ الفاظ پڑھ کر سکتہ میں آ گیا کہ آپ ﷺ نے ایک بار ابوجہل کو مخاطب ہو کر یوں فرمایا۔ مولانا مودودی کے ذکر کردہ الفاظ بعینہ درج ہیں۔

حضور ﷺ اس (ابوجہل) کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا خبردار جو تم نے پھر کسی سے ایسی حرکت کی جو اس غریب بدو کے ساتھ کی ہے ورنہ میں بری طرح پیش آؤں گا۔

(سیرت سرور عالم ﷺ جلد دوم، ص 509)

میں خط کشیدہ الفاظ "ورنہ میں بری طرح پیش آؤں گا" پڑھ کر حیران رہ گیا اس مقدس ومطہر مبارک ومعطر زبان فیض اللسان پر یہ الفاظ کیسے آ سکتے ہیں؟ کہیں یہ محض لفاظی اور اردو نویسی کا کرشمہ تو نہیں؟ کیا آپ ﷺ کے متعلق ایسے گھٹیا الفاظ منسوب کرنا ایک عام مسلمان کو زیب دیتا ہے چہ جائیکہ جو ایک اسکالر کے طور پر مشہور ہو؟ کیا آپ ﷺ کی طرف ایسے الفاظ منسوب کرنے والا محدثین کے نزدیک کذاب و متاع اور مردود فی الحدیث تو قرار نہیں پاتا؟ جب کہ مولانا مودودی ایک مضبوط مصنف ہونے کے ناطے میں مسلم بھی ہیں اور خود اپنی عفت و طہارت اور اپنے قلم کی عصمت ونزہت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

"خدا کے فضل سے میں کوئی عام یا کوئی بات جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں کیا اور کہا کرتا ایک ایک لفظ جو میں نے اپنی تقریر میں کہا ہے تول تول کر کہا ہے اور یہ سمجھتے ہوئے کہا کہ حساب مجھے خدا کو دینا ہے نہ کہ بندوں کو چنانچہ میں اپنی جگہ بالکل مطمئن ہوں کہ میں نے کوئی لفظ خلاف حق نہیں کہا۔

(رسائل و مسائل حصہ اول ص 38 طبع دوم)

نیز ایک اور موقع پر فرمایا:

کہ میں اپنے سب مخلص بھائیوں کو اطمینان دلاتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے مجھے کسی مدافعت کی حاجت نہیں (الی) اور میرے رب کی مجھ پر یہ عنایت ہے کہ اس نے میرے دامن کو داغوں سے محفوظ رکھا ہے۔

(روزنامہ مشرق 26 اکتوبر 1963ء)

بندہ نے ان الفاظ (ورنہ میں بری طرح پیش آؤں گا) کی تحقیق کیلئے قاضی حسین احمد امیر جماعت اسلامی لاہور، ادارہ ترجمان القرآن لاہور کو خطوط لکھے جوابی لفافے بھی بھیجے مگر کسی نے ان کے متعلق وضاحت کی زحمت نہیں فرمائی کہ حدیث شریف کے فلاں جملہ کے یہ معنی ہیں۔

اس لئے میں نے محض تحقیق حدیث اور ذہنی اطمینان کی خاطر ان حروف کو شائع کرنا مناسب سمجھا ہے ہوسکتا ہے کہ کوئی مہربان ہمیں حدیث شریف کے ان عربی الفاظ کی رہنمائی کردے جنکے یہ معنی ہیں نیز کیا درایۃً یہ ان الفاظ کا آپ ﷺ کے خلاف ہونا درست ہے۔

(سائل محمد حسین نفیس ٹینٹ سروس میر پور آزاد کشمیر)

یہ پمفلٹ شائع ہوا تھا جسے ہم جوں کا توں شائع کر رہے ہیں۔

کتابیات

☆ ہفت روزہ معیار، کراچی
☆ ہفت روزہ الفتح، کراچی
☆ ہفت روزہ راہی، حیدرآباد سندھ
☆ ہفت روزہ ایشیاء
☆ ہفت روزہ احوال، کراچی
☆ روزنامہ جنگ کراچی، لاہور
☆ روزنامہ نوائے وقت، کراچی، لاہور
☆ ماہنامہ درویش، لاہور
☆ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ
☆ ماہنامہ القول السدید، لاہور
☆ ہفت روزہ اخلاقی جنگ، کراچی
☆ نوائے انجمن، لاہور
☆ ماہنامہ ساحل، کراچی
☆ ہفت روزہ مخبر العالمین، کراچی
☆ روزنامہ قومی اخبار، کراچی
☆ روزنامہ خبریں کراچی، لاہور
☆ روزنامہ آغاز، کراچی
☆ اخبار قومی آواز لکھنؤ، انڈیا
☆ ماہنامہ جام نور کلکتہ، انڈیا
☆ ماہنامہ پاسبان، انڈیا
☆ تاریخ وہابیہ، مطبوعہ سکھر سندھ
☆ دیوبندی مذہب، مطبوعہ لاہور
☆ باتیں پگار. کی، مطبوعہ کراچی
☆ دستورِ جماعت اسلامی کا تنقیدی جائزہ، لاہور
☆ جماعت اسلامی کا شیش محل، وغیرہ

فرقہ مسعودیہ کے امیر کے کرتوت

از: صاحبزادہ سید زین العابدین شاہ راشدی

حقیقت مٹ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

شریعت مطہرہ نے نکاح فسخ یا رد کرنے کا اختیار شوہر کو دیا ہے۔ قاضی کسی شوہر کی طرف سے اس کی بیوی کو ہرگز طلاق نہیں دے سکتا اور نہ اس کو یہ اختیار حاصل ہے۔ اس طرح قاضی صرف اپنی بیوی ہی کو طلاق دے سکتا ہے دوسرے کی بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا۔ طلاق ایک ناپسندیدہ عمل ہے اس سے حتی الامکان بچنا چاہیے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! کوئی چیز اللہ تعالیٰ نے غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ روئے زمین پر پیدا نہیں کی اور کوئی شے روئے زمین پر طلاق سے ناپسندیدہ پیدا نہ کی۔

(دار قطنی، بحوالہ بہار شریعت)

نام نہاد جماعت المسلمین جو کہ اصل میں "فرقہ مسعودیہ" ہے جس کا بانی مسٹر مسعود احمد بی ایس سی تھا اور موجودہ امیر محمد اشتیاق صاحب (جو کہ پچائس سال کا بوڑھا شخص) ہے۔ جس کے پاس شکیل احمد اور سمیرہ بیگم دونوں میاں بیوی نے اپنا مسئلہ لے کر گئے کہ ہماری صلح کرا دیں، رنجشیں ختم کرا دیں، ان دونوں کا اسی فرقہ سے تعلق تھا تبھی تو وہ اپنے امیر کے پاس حاجت روائی کے لیے پہنچے۔ وہاں امیر صاحب نے سمیرہ بیگم کا جلوہ دیکھ لیا اور وہیں فدا ہو گیا اگر شریعت مطہرہ کے اصول کے پیش نظر پردہ کو ملحوظ رکھا جاتا تو شاید یہ فتنہ کھڑا نہ ہوتا۔

بہرکیف نام نہاد جماعت المسلمین کے امیر محمد اشتیاق صاحب نے ایک روز سمیرہ بیگم کی غیر موجودگی میں شکیل صاحب کو نکاح فسخ کا سرٹیفکیٹ ہاتھ میں تھما دیا امیر صاحب جماعت المسلمین کے لیٹر پیڈ پر رقم طراز ہیں کہ "لہذا آپ دونوں کے حالات دیکھتے ہوئے آج بتاریخ

۱۴۱۸ھ ۲۷ ذی الحج کو "میں" نکاح فسخ کرتا ہوں"۔ (نوٹ اس سرٹیفکیٹ کی نقل میرے پاس محفوظ ہے جو دیکھنا چاہے دکھا سکتا ہوں)

جب امیر صاحب سے وضاحت طلب کی گئی کہ تمہیں دوسروں کا نکاح ختم کرانے کا اختیار کس نے دیا ہے؟ تمہارے پاس فسخ نکاح کی کون سی وزنی دلیل ہے تو فرمانے لگے! "ان کے فیصلہ کی دلیل طلب کرنا مضحکہ خیز ہے"۔

اب شکیل صاحب کے مکتوب کا خلاصہ ملاحظہ کیجئے جس میں اس نے اپنے امیر کی نقاب کشائی کی ہے اس مکتوب کا عنوان ہے "میری فریاد اراکین جماعت المسلمین کے نام لکھتے ہیں "محمد اشتیاق صاحب نے "فسخ نکاح اور اس کے دلائل" پمفلٹ میں جو فسخ نکاح کے دلائل دیئے ہیں وہ میرے (شکیل کے) معاملے میں درست نہیں کیونکہ میری شادی کو چار سال کا عرصہ ہو چکا ہے اور میں ایک بچے کا باپ بھی ہوں میری شادی سمیرہ اور اس کے باپ کی رضامندی سے 27-4-94 کو ہوئی اور فسخ نکاح کا سرٹیفکیٹ محمد اشتیاق صاحب نے مجھے 26-4-98 کو دیا۔

میرا سمیرہ سے نہ تو اختلاف تھا اور نہ عدم محبت تھی اگر یہ باتیں ہوتیں تو میں اسے طلاق دے دیتا ہاں البتہ میری سمیرہ سے گھریلو معاملات میں تکرار ہوئی تھی جو کہ اشتیاق صاحب امیر جماعت اور محمد بشارت نے نومبر 1997ء کو سلطان صاحب کے گھر جا کر میری تمام رنجشیں ختم کرادیں اور میری صلح کرادی اور اس کے بعد ہم خوش وخرم زندگی گزارنے لگے لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد سلطان صاحب (میرے سُسر) سمیرہ کو میری عدم موجودگی اور اجازت کے بغیر (میرے گھر) آ کر لے گئے اور 26-4-98 کو امیر جماعت نے مجھے فسخ نکاح کا سرٹیفکیٹ تھما دیا اور بعد میں میری بیوی سمیرہ سے 6-6-98 کو امیر جماعت نے اپنا نکاح رچالیا (نکاح پر نکاح) جو کہ شرعی لحاظ سے بالکل غلط ہے۔ سلطان صاحب کا سمیرہ بیگم کو میرے گھر سے لے جانے کے بعد اور فسخ نکاح کے درمیان ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو یہ ثابت کرتا ہے کہ محمد اشتیاق صاحب کا سمیرہ بیگم سے نکاح کرنے کا پہلے سے ہی پروگرام بن چکا تھا۔ سمیرہ کو جب محمد سلطان صاحب آ کر لے گئے

تھے تو اسوقت وہ حمل سے تھی مجھے یقین ہے کہ ملی بھگت سے سمیرہ کا حمل گرادیا گیا ہے کیونکہ اشتیاق صاحب مزید صبر نہیں کرنا چاہتے تھے محمد اشتیاق صاحب نے میرا نکاح فسخ کرنے کے چالیسویں دن کے بعد میری بیوی سمیرہ سے شادی رچالی۔

جب یہ بات میری سمجھ میں آئی کہ جماعت کا کوئی فرد مجھے امیر صاحب سے انصاف نہیں دلوا سکتا لہٰذا میں نے مجبور ہو کر کورٹ میں اپنا مقدمہ دائر کر دیا لیکن پہلی ہی پیشی سے پہلے جماعت المسلمین کے جنرل سیکریٹری بشارت جاوید صاحب نے مجھے قائل کرنے کی کوشش کی کہ آپ کے اس اقدام سے جماعت بدنام ہو جائے گی لہٰذا آپ صبر کا مظاہرہ کریں اور جماعت کے مفاد میں اپنا کیس واپس لے لیں اور مجلس شوریٰ کے اراکین اور عہدیداران کے ذریعے بھی مجھ پر بھرپور دباؤ ڈال کر اس کیس کو کورٹ سے خارج کروالیا۔ میرے نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے اسلم پردیسی صاحب کی طرف سے دو لاکھ کا چیک ملا۔

"میرا گھر برباد کر دیا گیا اور ایک معصوم بچے سے اس کی ماں کو جدا کر دیا گیا صرف اور صرف محمد اشتیاق صاحب نے اپنی نفسانی خواہش کی تکمیل کے لیے یہ ظلم کی انتہا کی ہے"۔
(نوٹ: اس طویل خط اور دو لاکھ روپے کے چیک کی نقل راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے اور دکھانے کے لیے تیار ہوں)

فرقہ مسعودیہ کے امیر صاحب نے شادی شدہ لڑکی کو پسند کیا، بات بات پر قرآن و حدیث کی رٹ لگانے والا امیر صاحب سب کچھ بھول بیٹھا اور اپنے فرقے کے سوا سب مسلمانوں کو کافر سمجھنے والا اور انہیں اپنے فرقہ میں شمولیت کی دعوت دینے والا مبلغ، لڑکی کے حسن پر ایسا مر مٹا کہ حرام وحلال کی تمیز ہی ختم ہوگئی۔ لڑکی کے باپ کے ذریعے نکاح پر نکاح ڈال کر پرائے مال پر قبضہ جما کر ذرا بھی حیا محسوس نہیں کی، حرام کاری کرنے اور حرام زادے پیدا کرنے والے امیر نے صرف یہ نہیں کیا بلکہ لڑکی کا حمل بھی گرادیا تاکہ حرام کاری میں دیر نہ ہو۔ جب شکیل کو جماعت المسلمین کی مجلس شوریٰ اور مرکزی عہدیداروں اور علاقائی امیروں سے انصاف کی امید نہ رہی تو

انہوں نے کورٹ میں مقدمہ دائر کرادیا۔اس صورتحال سے پریشان ہوئے کہ کورٹ میں بات پہنچی تو اخبارات میں ہمارے امیر صاحب کے کرتوت شائع ہوجائیں گے جس سے فرقہ مسعودیہ کی مٹی پلید ہوگی اس لیے بہتر یہ جانا کہ پہلے شکیل کو سمجھایا جائے کہ وہ جماعت کا مسئلہ سمجھ کر جو کچھ اس کے ساتھ ہوا وہ اس ظلم، زیادتی، زبردستی اور ڈاکہ پر امیر صاحب سے دشمنی مول نہ لے کیونکہ وہ امیر ہے اور تو غریب ہے بہتر یہ ہے کہ خاموش ہوجا۔اور بھول جا ساری داستان غم۔جب وہ خاموش نہ ہوئے تو ان کو خاموش کرانے کے لیے وہابیت، خوارج کے پرانے نسخہ پر عمل کیا گیا یعنی منہ کو بند رکھنے کے لیے "دولاکھ روپے کا چیک" دیا گیا۔ جماعت کے اثر ورسوخ دھمکیاں وڈرانے کے سبب وہ ہراساں ہوئے اور مقدمہ کورٹ سے خارج کرادیا۔اس کے بعد اپنے فرقہ کو اپنے امیر کے کرتوت سے خط کے ذریعے آگاہ کیا تاکہ تم بھی اس امیر کے کرتوت سے آگاہ رہو اور کسی مصیبت میں پھنسنے سے قبل ہی ہوشیار رہو۔

نبی اکرم نور مجسم ﷺ کی توہین وتنقیص کرنے والوں، اپنے جیسا معمولی انسان سمجھنے والوں، اولیاء اللہ کی عظمت کے منکروں اور بتوں والی آیات اولیاء اللہ پر چسپاں کرنے والوں کا یہی حشر نہ ہوگا تو کیا ہوگا؟ بلکہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے بھی ابتر ہوگا۔

اس سے واضح ہورہا ہے کہ اشتیاق امیر صاحب نے سمیرہ کے والد سلطان کو بھی کئی لاکھ میں خریدا ہوگا جبکہ شکیل کا منہ بند کرانے کے لیے دولاکھ روپے کی رقم دی...... شکیل صاحب کے پورے خط کے متن میں یہ کہیں نظر نہیں آئے گا کہ کسی مسلم (علاقائی امیر، مرکزی عہدیدار وشوریٰ کے رکن) نے اپنے امیر کو اس فعل مذموم پر ٹوکا ہو، کسی نے اس حرام کاری پر احتجاج کیا ہو، مرکزی دفتر میں کوئی ہنگامی اجلاس بلایا گیا ہو، کوئی قرارداد پاس ہوئی ہو، کچھ نہیں ہوا، ایسا محسوس ہورہا ہے کہ فرقے کے ایک ایک فرد کو کسی سانپ نے ڈسا ہو یہ ہے ان مسلمین کی غیرت جو کہ صحابہ کرام کی ہمسری کا دعویٰ کرتے ہیں۔(نعوذ باللہ من شر ذالک)

اپنی امارت کے تقریباً ڈیڑھ سال میں محمد اشتیاق صاحب نے اپنے قریشی النصب

ہونے کا انکشاف کیا ہے ابھی تک وہ اپنے آپ کو دفتری طور پر حمیر یعنی غیر قریش ہی تسلیم کرتے تھے جس کا اعتراف وہ لاہور میں ٹاؤن ہال والی تقریر میں کرچکے ہیں اسی پر طرہ یہ کہ غیر قریش امیر کی تائید میں وہ حال ہی میں اپنا ایک کتابچہ بھی شائع کرچکے ہیں اگر وہ قریش تھے تو غیر قریش امیر کی تائید میں اس کتابچہ کو مرتب کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ جو شخص اپنا نسب تبدیل کرلے احادیث شریفہ میں اس کے لیے سخت وعید آئی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا! جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب کرے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ میرا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔

دوسری حدیث میں ہے جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے یا آزاد کردہ غلام اپنے آپ کو اپنے آقا کے قبیلہ کے سوا اور قبیلہ کی طرف نسبت کرے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ اس کا فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔

جماعت المسلمین جو کہ حقیقت میں فرقہ مسعودیہ ہے ان کے اراکین پاکستان بھر میں "آٹے میں نمک" کے برابر ہیں کراچی کی سوا کروڑ آبادی میں ان کی صرف ایک مسجد ہے پھر بھی ان تھوڑے افراد نے دوسرا دھڑا ابھی قائم کرلیا ہے اسے بھی جماعت المسلمین کہا جاتا ہے اس کے لیڈر صدیق میمن ہیں وہ جماعت المسلمین فرقہ مسعودیہ کے مرکزی امیر اشتیاق صاحب کے متعلق اس طرح نقاب کشائی فرماتے ہیں "طاغوت میں تین صفات لازمی ہوتی ہیں، وہ فرعون اور نمرود کی طرح کافر فاسق اور ظالم ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے خلاف فساد برپا نہیں کرے گا تو وہ طاغوت نہیں ہوگا کافر اور فاسق ضرور ہوگا کیونکہ طاغوت سرکش اور اللہ تعالیٰ کا باغی ہوتا ہے وہ اللہ سے اس کے رسول سے اور ایمان والوں سے ضرور لڑتا ہے اور اپنے احکام کو شریعت اور قانون کی طرح نافذ کرتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کے خلاف لڑتا ہے اس کو نافذ ہونے نہیں دیتا وہ لازماً دہشت گرد ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں محمد اشتیاق طاغوت ثابت ہو چکا ہے اور اس کے حاشیہ بردار طاغوت کے پرستار ہیں اور ان میں جو زیادہ متقی اور پرہیزگار لوگ ہیں وہ بذریعہ اولی اس خطاب کے مستحق ہیں (طاغوتی مغالطہ پمفلٹ)

نوٹ: اس پمفلٹ پر یہ نوٹ لکھا ہوا ہے کہ کسی اخبار یا رسالہ کو میرا اس سلسلے کا کسی مواد کو خبر بنا کر شائع کرنے کی ہرگز اجازت نہیں اور جماعت المسلمین کے مقلدین تک محدود رکھیں۔ لیکن ہم جماعت المسلمین کے اراکین کے علاوہ تمام مسلمانوں کو اپنے مضمون کے مطالعہ واشاعت کی دعوت دیتے ہیں تاکہ فرقہ مسعودیہ کی اصلیت سے عوام الناس آگاہ ہو سکیں اور ان کے جال میں پھنسنے سے ہمیشہ کے لیے بچ جائیں۔ آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ فیض عالم، بہاولپور جون 2000ء)

ابھی تھوڑے دنوں کی بات ہے جماعت المسلمین کے آپس میں سخت اختلاف ہو گیا دو گروپ گئے پہلے ہی قلیل تھے دس بارہ ایک طرف اور یہی تعداد دوسری طرف تھی دوپہر کے وقت بندر روڈ لاڑکانہ پر برسر سڑک طویل داڑھی والوں نے گندی غلیظ گالیاں ایک دوسرے کو دیں اور ہاتھا پائی تک نوبت پہنچی۔ ایک دوسرے کی داڑھیوں میں ہاتھ تھے روڈ پر ہزاروں لوگوں نے یہ منظر دیکھا دوکانداروں نے پولیس کو طلب کیا پولیس کی مداخلت پر ان کی داڑھیاں بچیں اس کے بعد گورنمنٹ نے ان کی مسجد ضرار کو سیل کر دیا لاڑکانہ ڈویژن میں ان کی ایک ہی مسجد تھی۔

ان کا جمعہ کا خطبہ پورا کروڑوں حنفیوں سنیوں کے خلاف ہوتا تھا، اس مسجد سے گولے برستے تھے جو کہ مسلمانوں کے دل وجگر پر لگتے تھے بات بات پر شرک کا فتویٰ، بات بات پر سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تنقید ان کی تنقیص اور توہین، احناف کے مسائل پر تمسخر اڑایا جاتا تھا۔ یہ امام اعظم کی کرامت ہے کہ محلہ میں امن وسکون ہو گیا ان کے انتشار پسند اور فرقہ وارانہ اور جذباتی واعظ سے عوام الناس محفوظ ہو گئے۔

علامہ راشدی صاحب کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف

سندھی

(۱) عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت
(۲) پیارے مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت
(۳) ختم نبوت کی شرعی حیثیت
(۴) قرآنی عقیدہ
(۵) رفع یدین آخر کیوں
(۶) تفسیر آیۃ الکرسی
(۷) اقیموا الصلوٰۃ
(۸) سیدنا صدیق اکبر کا مسلک مبارک
(۹) روشن صبح (شان امام حسین اور رد شیعیت)
(۱۰) سوانح امام المسلمین (امام اعظم ابوحنیفہ)
(۱۱) زین الایمان (رد غیر مقلدین)
(۱۲) آفتاب نبوت (سیرت طیبہ)
(۱۳) شہنشاہ ولایت (تذکرہ غوث اعظم)
(۱۴) زین الواعظین
(۱۵) قلم جو بادشاہ (حیات امام احمد رضا)
(۱۶) پیر صاحب بیعت دھنی کا مسلک مبارک
(۱۷) اہلسنّت اور حب اہل بیت
(۱۸) تفسیر تنویر الایمان کا مصنف کون؟
(۱۹) اہلسنّت اہل جنت
(۲۰) دینی مدارس کی اہمیت
(۲۱) امروٹی جو اصل روپ (رد بابائے وہابیت سندھ)
(۲۲) سندھ میں اہلسنّت اور اہل شیعیت ایک جائزہ
(۲۳) میلاد شریف پر عربی میں تحریر کردہ کتابوں کا تعارف

علامہ راشدی صاحب کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف

اردو

(۱) حیات امام اہلسنّت مطبوعہ ۱۹۹۰ء　　(۲) قاسم ولایت (حیات امام مشوری علیہ الرحمہ)

(۳) شہباز ولایت (حضرت لعل شہباز قلندر)　　(۴) آفتاب ولایت (حضرت روزے دھنی)

(۵) زین الوظائف　　(۱۰) اسلام اور جہاد

(۱۲) انوار علماء اہلسنّت (جلد اول)　　(۱۳) عقیدت کے پھول (انتخاب کلام)

(۱۴) مقالات راشدی　　(۱۵) مسلمان عورت (پردہ عورت ودیگر مسائل پر)

(۱۷) قصیدہ بردہ اور علماء سندھ　　(۱۸) قصیدہ غوثیہ اور علماء سندھ

(۱۹) شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور علماء سندھ　　(۲۰) مرنے کے بعد زندگی

(۹) جماعت اسلامی صحافت کی نظر میں (تیس سالہ اخباری کٹنگ ومضامین کے آئینہ میں مودودی کا مطالعہ)

(۷) سندھ کے دو مسلک (اہلسنّت اور وہابیت تاریخ)

(۸) مسلمانو! نیک اور ایک ہو جاؤ (عصبیت ونفرت کے خلاف)

(٦) برصغیر کی مذہبی تحریکیں (ایک ہزار سالہ تاریخ

(۱۱) انوار امام اعظم ابوحنیفہ (امام اعظم اور فقہ حنفیہ کے متعلق عظیم مجموعہ)

(۱٦) شاہکار ولایت (شاہ عبداللطیف بھٹائی احوال وافکار)

انوار علمائے اہلسنّت (زیر طبع)

(صوبہ سندھ)

از: صاحبزادہ سید محمد زین العابدین شاہ راشدی

کراچی تا کشمور، کینجھر تا کارونجھر تک، اہلسنّت وجماعت کے اکابر علماء کی سوانح مع دینی، ملی، علمی اور روحانی خدمات جلیلہ سے معمور، نادر ونایاب تذکرے، اس میں مدرس، مناظر، مفتی، فقیہ، محدث، مفسر، خطیب، مصنف ومحقق، مورخ ومحرر علماء کی نورانی حیات کا تذکرہ ہے۔

علماء اہلسنّت کی روشن تاریخ، ایمان ایقان سے لبریز نورانی تذکرے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام آنے والی ہے۔

انوارِ امام اعظم ابوحنیفہ

مرتب

صاحبزادہ سید محمد زین العابدین شاہ راشدی

امام ابوحنیفہ کی سیرت وسوانح خدمات جلیلہ اور آپکی ذات والاصفات اور فقہ حنفیہ سے متعلق ایک جامع تذکرہ جس میں علماء محققین سے آپکے مختلف اوصاف پر لکھے گئے مقالات حسن ترتیب سے جمع ہیں۔ مستشرقین کے ہر اعتراض کا مدلل و مفصل جواب، امام اعظم اور ائمہ مجتہدین علم حدیث میں امام اعظم کی خدمات، تقلید، حلالہ، حیلہ، آمین باالاخفاء، فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات، امام اعظم کی اہل بیت سے رشتہ داری، شان نعمان، امام ابوحنیفہ امام اعظم کیوں؟ امام اعظم کی فکر انگیز حکایات، امام اعظم اور حب اہل بیت، فقہ حنفیہ اور فقہ جعفریہ کا جائزہ، امام اعظم بحثیت امام سلاسل صوفیاء، فقہ حنفی کی عالمی مقبولیت، فقہ کیا ہے، فقہ حنفی کا ارتقاء، امام اعظم کی وصیتیں، امام اعظم اوران کا استدلال، امام اعظم کی احترام انسانیت کے ضمن میں خدمات امام اعظم بحثیت محدث اعظم وغیرہ وغیرہ

ذیاب فی ثیاب لب یہ کل دل میں گستاخی
سلام اسلام ملحد کو یہ تسلیم زبانی ہے

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی)

۲ دو جماعتیں

اپنے آئینہ میں

تبلیغی جماعت کے پراسرار اور جماعت اسلامی کے مخصوص پس منظر کا بیان

ازافادات

حضرت علامہ ارشد القادری (مؤلف تبلیغی جماعت وزلزلہ، انگلینڈ)

مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب (سرپرست رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ)

ناشر مکتبہ رضائے مصطفیٰ

چوک دارالسلام، گوجرانوالہ

جماعت اسلامی

عقل و استدلال کی روشنی میں

ایک تنقیدی جائزہ

مصنف

رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی

ناشر

حنفیہ پاک پبلیکشنز

نزد بسم اللہ مسجد، کھارادر کراچی

جماعت مودودی

(نام نہاد جماعت اسلامی)

پر چار حرف

از

جناب محمد اسلم قادری

باہتمام

سید شاہ تراب الحق قادری

امیر جماعت اہلسنّت پاکستان، کراچی

ناشر

حنفیہ پاک پبلیکشنز

نزد بسم اللہ مسجد کھارادر، کراچی۔

حدیث نبوی ﷺ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جب فتنوں اور بدعتوں کا دنیا میں ظہور ہو اور
میرے اصحاب پر سب وشتم ہونے لگے تو ہر
عالم کو چاہیئے کہ وہ (اس دینی مکدر فضا کے
دفعیہ کے لئے) اپنے علم کا ہتھیار کام میں لائے
اور جس نے ایسا نہیں کیا اس پر اللہ، فرشتوں
اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی اور اس کے
فرائض ونوافل درجہ قبولیت کو نہیں پہنچیں گے۔